شمارہ نمبر 2

سوط الحق بر میثم رضاخانی کلب

رضاخانی نام نہاد ''کلمہ حق'' کا منہ توڑ سلسلہ وار جواب بنام

سوط الحق

شمارہ نمبر 2

مرتب

پروفیسر ابواحمد رضاخان

اداریہ

جس میں آپ پڑھ سکیں گے

رضاخانی کتاب ''مولوی الیاس گھمن دیوبندی اپنے کردار کے آئینے میں'' کا منہ توڑ اصولی جواب

کلمہ حق کا خصوصی شمارہ شائع نہ ہونے پر میثم رضاخانی کے دجل کا جائزہ

مناظر اسلام قاطع رضاخانیت حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ کے خلاف مضامین کا منہ توڑ جواب

دیوبندی بریلوی اختلاف اور مولوی طارق انور مصباحی کا دجل وفریب

مولوی الطاف تونسوی رضاخانی کے مضمون کا منہ توڑ جواب

نئے آنے والی کتب

(اور بہت کچھ۔۔۔۔)

رضاخانی نام نہاد ''کلمۂ حق'' کا منہ توڑ سلسلہ وار جواب بنام

سوط الحق

(شمارہ نمبر ۲)

﴿مرتّب﴾

پروفیسر ابو احمد رضا خان

جس میں آپ پڑھ سکیں گے!

اداریہ!

رضاخانی کتاب ''مولوی الیاس گھمن دیوبندی اپنے کردار کے آئینے'' میں کا منہ توڑ اصولی جواب!

کلمہ حق کا خصوصی شمارہ شائع نہ ہونے پر میثم رضاخانی کے دجل کا جائزہ!

مناظر اسلام قاطع رضاخانیت حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہم کے خلاف مضامین کا منہ توڑ جواب!

دیوبندی بریلوی اختلاف اور مولوی طارق انور مصباحی کا دجل وفریب!

مولوی الطاف تونسوی رضاخانی کے مضمون کا منہ توڑ جواب!

نئی آنے والی کتب!

(اور بہت کچھ.....)

فہرست

نمبر	عنوانات	صفحہ
۱	اداریہ	۳
۲	میثم رضاخانی کی کتاب ''مولوی الیاس گھمن دیوبندی اپنے کردار کے آئینے میں'' کا منہ توڑ اصولی جواب	۸
۳	کلمہ حق کا خصوصی شمارہ شائع نہ ہونے پر میثم رضاخانی کے دجل کا جائزہ	۱۳
۴	مستحب کو سنّت سمجھنے پر میثم رضاخانی کی جہالتوں کا جواب	۱۹
۵	اللہ کو عاشق کہنے پر دیوبندی علماء بے ادب	۲۲
۶	مولانا ابوایوب قادری صاحب حفظہ اللہ پر عظیم بہتان	۳۲
۷	مولانا نور محمد مظاہری رحمہ اللہ پر اعتراض کا دندان شکن جواب	۳۹
۸	رضاخانی مضمون متحدہ ہندوستان میں بدمذہبیت کا آغاز کا منہ توڑ اصولی جواب	۴۵
۹	نئی آنے والی کتب کا تعارف	۷۷

اعلان

مواد میں کسی قسم کا ردّ و بدل کیے بغیر ہر ایک کو چھاپنے کی،
فوٹو کاپی، شیئر یا اپ لوڈ کرنے کی اجازت ہے!

سن اشاعت: (E-BOOK) ذوالقعدہ ۱۴۴۱ھ/ جون ۲۰۲۰ء

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم!

قارئین کرام! رضاخانیوں نے اہلِ حق کی مضبوط گرفت سے پریشان ہو کر اپنی عادت کے مطابق ایک گالی نامہ بنام ''کلمۂ حق'' لاہور سے شائع کیا، جس کے منہ توڑ جواب میں اب تک:

(۱) سیفِ حق

(۲) قہرِ حق

(۳) سوط الحق

(۴) خنجر رضا براست میثم رضا

شائع ہو چکی ہیں، مگر یہ رضاخانی ایسی ڈھیٹ اور بے غیرت قوم ہے کہ باوجود جواب کے وعدے کے جواب الجواب دینے کے بجائے اپنے تازہ شمارے میں بھی یہی لکھا کہ ہماری علمی گرفت سے ان کو صدمہ پہنچا (مفہوم)۔

صدمہ ہمیں نہیں، بلکہ تمہیں پہنچا جس کی دلیل یہ ہے کہ تو اپنے ہر شمارے کے کم از کم آدھے صفحات متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہم، مناظر اسلام حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہم، قاطع رضاخانیت حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی زید مجدہم پر کیچڑ اچھالنے میں سیاہ کر دیتا ہے، اگر ان کی مضبوط علمی گرفت سے تیرا دماغ خراب نہیں ہو گیا تو ہر شمارے میں باؤلے کتے کی طرح ان پر فضول بکواس کیوں کرتا ہے؟ جبکہ تیری اوقات تو ان کی نظر میں یہ ہے کہ تجھے منہ لگانے کو تیار نہیں اور اگر کہیں بامرِ مجبوری تیری کسی بکواس کا جواب دینے کی ضرورت بھی پڑ جائے تو نام تک لینا گوارا نہیں کرتے..... خادم حسین رضوی کے بقول ''در در کتیا'' یہ تو تیری اوقات ہے اور کہتا ہے کہ ہماری گرفت سے ان کو صدمہ پہنچا!!

صدمہ کس کو پہنچا اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ وہ مفتی حنیف قریشی جس کا نام نمایاں کر کے کلمۂ حق

کے شروع کے شماروں میں لکھا جاتا، آج اسے رافضی کہا جارہا ہے، جن مولویوں کے نام فخر سے کلمۂ حق پر دیے جاتے تھے، سیفِ حق کے بعد ان مولویوں کے نام ہی غائب کر دیے گئے۔

احمد رضا خان بریلوی کے ایمان کی طرح مولوی تیرے مسلک کے تجھے چھوڑ کر بھاگے اور صدمہ ہمیں ہوا!!.....واہ واہ!!!!

ہم قارئین کرام کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ اپنے علاقے کی کسی بھی دیوبندی مسجد چلے جائیں نماز کے بعد باہر گیٹ پر کھڑے ہوں اور ایک ایک سے پوچھیں کہ حضرت کبھی ''کلمۂ حق'' پڑھا؟ سب آپ کو یہی جواب دیں گے کہ ہم نے تو اس کا نام بھی پہلی دفعہ سنا ہے، تجربہ شرط ہے!!

تو جب دیوبندی اس کو پڑھتے ہی نہیں تو صدمہ کیسا؟ زیادہ سے زیادہ ردّ بریلویت کا ذوق رکھنے والے دیگر رضاخانی کتب کے ساتھ اس کو بھی پیش نظر رکھتے ہوں گے، مگر اس رسالہ کی علمی اوقات کیا ہے اس کا اندازہ اس سے لگالیں کہ ہم نے اس تازہ شمارے کا جواب پانچ دن سے بھی کم میں مکمل کرلیا تھا۔

پھر اس ''دلّے'' نے (خادم رضوی نے طاہر القادری کو ''دلّا'' کہا، اگر دلّا اس کیلئے گالی نہیں تو میثم کیلئے گالی کس اصول سے؟) ہماری اس مضبوط گرفت کو اپنی ناخواندہ عوام سے دور رکھنے کیلئے یہ شوشہ چھوڑا کہ:

''گالی نامہ ان کی طرف سے انٹرنیٹ پر شائع کیا گیا''

کوئی خان صاحب بریلوی کے فتوے کی رو سے رجسٹرڈ شدہ اس ''کھسری'' سے پوچھے کہ کونسا گالی نامہ؟ کسی رضاخانی میں غیرت ہے کہ اب تک شائع ہونے والے مواد میں سے ایک لفظ کو بھی گالی ثابت کردے؟؟

پھر کہتے ہیں کہ ذاتیات پر بات کرتے ہو!.....او بھائی! ہم نے اب تک جو فتوے میثم پر لگائے وہ اپنی طرف سے نہیں خان صاحب کا فتویٰ نقل کیا، اگر یہ ذاتیات ہے تو خان صاحب کی قبر پر جوتا مارو، ہم سے کیا شکوہ کرتے ہو؟ حیرت ہے کہ میثم کو مخنّث، مفعول، لعنتی، یہودی احمد رضا خان کہے اور شکوہ ہم سے؟؟؟؟

گالی اور دشنام بازی کیا ہوتی ہے، ہم بتاتے ہیں حشمت علی رضوی کی ایک کتاب کا نام ہے:

''سیفِ خداوندی بر دبر وہابی دیوبندی''

(سوانح شیر بیشہ سنّت، ص ۱۰۶)

یعنی معاذ اللہ، نقل کفر کفر نہ باشد، خدا کی تلوار دیوبندی وہابی کی ''گانڈ'' پر۔ اب اس کے جواب میں ہم نے سابقہ شمارے کا نام ''خنجر رضا بر است میثم رضا'' رکھ دیا تو یہ ان کو گالی نظر آنے لگ گیا!!

اب دیکھیں! انصاف سے کام لیں، کل کو کوئی رضا خانی حشمت علی رضوی کی یہ کتاب چھاپتا ہے تو رضا خانی اسے سنّیت دین اسلام کی خدمت سمجھیں گے، لیکن اب اس کے جواب میں ہم کتاب چھاپیں اور اس کا نام رکھیں:

''ذکر ہانڈو بکرا در دبر احمد رضا'' تو ان سب کی دس گز زبانیں نکل آئیں گی کہ یہ تو گالیاں دے رہے ہیں!!!! جاو ہم جواب نہیں دیتے!!

ایک اور مثال ملاحظہ ہو، مولانا ساجد صاحب نے صرف اتنا کہا تھا کہ اجمل سنبھلی نے جو گالیاں مولانا مدنی کو دیں وہ ایک چادر پر لکھ کر خان صاحب کی قبر پر چڑھا دی جائے، اس کے جواب میں ایک نام نہاد کتاب آئی ہے، ''کشف القناع'' جس پر اسی رسالہ کے شمارہ ۱۵ پر تبصرہ بھی کیا گیا اس میں ہے:

''ہم بھی جواب آں غزل کے طور پر دیوبندی موصوف کو یہ کہتے ہیں کہ ٹانڈوی کی وہ ۶۴۰ گالیاں جو اس نے اپنی کتاب میں سیّدی اعلیٰ حضرت کو دی..... ان گالیوں کو گاندھی کی دھوتی میں لپیٹ کر مدرسہ دیوبند بھجوا دیں''۔

(کشف القناع، ص ۲۴۵)

''چادر'' ایک مہذب لفظ ہے اس کے جواب میں ''گاندھی کی دھوتی'' کس قدر بدتہذیبی ہے، کسی پر مخفی نہیں اب یہ تو ہوگیا ''جواب آں غزل''، لیکن اب جب ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ وہ گالیاں خان صاحب سے تین سال کی عمر میں آمنے سامنے ہو کر واری نیاری ہونے والی ''رنڈیوں'' کی شلواروں میں لپیٹ کر بتّی بنا کر خان صاحب کی دبر میں ڈلوا دی جائیں تو اب کلمۂ حق کے اگلے شمارے میں رضا خانیوں کی دس گز زبان باہر نکل آئے گی کہ ہائے گالیاں دے دیں!!!!

کیا دیوبندی مذہب کتاب سے لیکر آج تک علمائے دیوبند کے خلاف لکھی جانے والی کسی کتاب

کا نام بتایا جاسکتا ہے کہ اس میں علمائے دیوبند کی ذات پر بات نہ کی گئی ہو؟؟ علمائے دیوبند کے خلاف داڑھی والی دلہن سیکسی ملّا جیسی غلیظ کتب شائع کی گئیں، ان کے اکابر تک کو لونڈے باز کہا گیا معاذ اللہ، مگر گلہ ہم سے کہ ذاتیات پر بات کیوں کرتے ہو؟؟ اسی تازہ شمارے کے پیچھے ایک کتاب کا اشتہار دیا گیا ہے:

''مولوی الیاس گھمن دیوبندی اپنے کردار کے آئینے میں''

اب کوئی ان سے پوچھے کہ کیا یہ ذاتیات نہیں؟

ایک اور مثال ملاحظہ ہو، یہی چشتی خبیث جس کی کتاب پر میثم اپنے اس شمارے میں تبصرہ کرتا ہے، یہ اپنی کتاب میں حضرت متکلم اسلام کو بچّیوں پر ہاتھ صاف کرنے والے اور امام حجۃ الاسلام کو بچوں پر ہاتھ صاف کرنے والا کہتا ہے، معاذ اللہ (ملاحظہ ہو کشف القناع ص ۴۶، ۴۷)

کوئی اس خبیث سے پوچھے کہ کیا یہ گھٹیا پن اور بے غیرتی ذاتیات پر بات نہیں؟؟ اب اس کے جواب میں کوئی سر پھرا کہہ دے کہ ارشد چشتی صاحب! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، آپ نے ان اکابر کو اپنے بدکردار باپ اور بدکردار ماں پر قیاس کرلیا، یہ اکابر اولیاء اللہ ہیں وہ تو احمد رضا خان بریلوی تھا جو نواب کلب علی خان کے پلنگ خاص پر الٹا لیٹ کر اس سے اپنے چوتڑوں پر سرسوں کے تیل کی مالش کرواتا!.....تو اب ان سب رضا خانیوں کی دس گز زبان باہر نکل آئے گی کہ ہائے گالیاں دے دیں.....ہائے ذاتیات پر بات کرلی!!!!

بالفرض مان بھی لیں کہ معاذ اللہ اس چشتی خبیث نے جو کچھ کہا ان دو اکابر کے متعلق وہ درست ہے، تب بھی رضا خانیوں کے احمد رضا خان بریلوی کے فتوے کی رو سے اس بنیاد پر ان کی ذات کو طعن و تشنیع بنانے کی اجازت نہیں، چنانچہ بریلی کا یہ مسخرہ لکھتا ہے:

''حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جبکہ اس جناب سے سوال ہوا ایزنی العارف (کیا عارف زنا کرسکتا ہے) دیر تک سر بگریباں رہے، پھر سر اٹھا کر فرمایا وکان امر اللہ قدرا مقدورا (اللہ تعالیٰ کا حکم ہو تو ہو کر رہے گا)''۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹ ص ۵۹۳)

تو تیرے مذہب میں تو اللہ کا ولی زنا بھی کرسکتا ہے، کبھی اس پر لب کشائی کی جرأت ہوئی؟

ہمارے پاس اس حوالے سے مزید بھی دلائل ہیں کہ خود رضاخانیوں کے ہاں اللہ کا ولی نصرانی لڑکی کے عشق میں مرتد ہوگیا،لڑکوں کے عشق میں برسرمیدان ناچتا تھا،مگر ہم یہاں اسے نقل نہیں کررہے ہیں۔

اب جواب دیں کہ ذاتیات پر کیچڑ کون اچھال رہا ہے؟ اور پھر جب ان خبیثوں کو ان جھوٹے الزامات کے جواب میں انہی کی کتابوں سے جواب دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں ذاتیات پر کیوں بات کررہے ہو؟؟؟؟

خان صاحب بریلوی کی طرف سے الاٹ شدہ لقب ''کھسرے''یعنی میثم کان کھول کر سن لے! یہ ہمارے بڑوں کی شرافت تھی جو تمہارے احمد رضا خان کے ایمان سے بھی گندی زبان پر خاموش رہے،اب اگر ذات کی طرف ایک انگلی بھی اٹھائی تو وہ انگلی پورے ہاتھ سمیت خان صاحب کے اس ''ستر'' کے ''پیچھے والے'' حصہ میں دے دیں گے جو وہ تین سال کی عمر میں رنڈیوں کو دکھا کر اس پر لیکچر دیتا پھرتا تھا!!!!

ارشد چشتی جواب دو:

چشتی نے جو بکواس کی ہے،اس کے جواب آں غزل کے طور پر ہم بھی کہتے ہیں کہ خان صاحب بریلوی اپنے گھر کی عورتوں کو سیّدوں کی لونڈیاں سمجھتا تھا۔(المیزان امام احمد رضا نمبر)۔اور خیر سے تیری کتاب ''سیّد پیر مظفر حسین شاہ'' نے شائع کی ہے،اب بتا تو نے اپنی بہن بیٹی اور گھر کی عورتوں کو اپنے پیر کے حوالے کیا؟ تاکہ وہ موصوفات کو لونڈیاں سمجھ کر ان پر بالذات و بالعرض ہاتھ (سبب مراد مسبّب) پھیر کر یا ڈال کر تبرّک حاصل کریں؟ اور میثم بھی جواب دے، خان صاحب نے داڑھی منڈھے کو ''مخنّث'' کہا ہے اور ہمارے دیار میں ہیجڑے بدفعلیوں میں معروف ہیں تو جواب دے کہ آج تک چشتی سمیت کس کس کا ہاتھ تو نے بالذات و بالعرض لیا ہے؟؟؟؟

یاد رہے اگلے شمارے میں اس کی وضاحت ضروری ہے، ورنہ رضاخانی مذہب میں تردید نہ کرنا یہ تائید کی علامت ہوتی ہے!!!!

میثم رضاخانی کی کتاب

مولوی الیاس گھمن دیوبندی اپنے کردار کے آئینے میں

کا منہ توڑ اصولی جواب

میثم نے اپنی ایک نئی کتاب کا اشتہار اپنے رسالے میں دیا اور لکھا کہ لاہور، کراچی میں موجود اہلِ سنت کے کتب خانوں سے حاصل کریں"۔ (کلمۂ حق ش ۱۵، ص ۴)

ہم نے کلمہ حق ش ۱۵، ص ۸۷ پر لاہور کے رضاخانی کتب خانہ "مسلم کتابوی" کے دیے گئے نمبر پر ۲۴ رجون ۲۰۲۰ء ۵ بج کر ۹ منٹ پر رابطہ کیا تو کتب خانے والا کہتا ہے کہ یہ کتاب تو اب تک چھپی ہی نہیں، اسی طرح کراچی کے رضاخانی کتب خانے مکتبہ غوثیہ پر رابطہ کیا تو کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں، بلکہ اس بے وقوف نے خود اپنے فیس بک پیج پر یہ اشتہار لگایا!

Home
About
Photos
Videos
Posts
Co
مجلہ کلمۂ حق پاکستان
Jun 26 at 20:38
اہلِ سنّت کے لیے دوخوشخبریاں
مولوی الیاس گھمن کے شرمناک کردارکےمتعلق کتاب کایہ ٹائٹل فائنل ہواہے.
(کتاب اشاعت کے مراحل میں ہے قبل ازوقت pdfفائل کامطالبہ کرکے شرمندہ نہ کیجیے)
اس کتاب کے بعدعنقریب حضرت خطیبِ مشرق کی کتاب بھی اشاعت کے لیے بھیج دی جائے گی۔ان شاءاللّٰہ.
مولوی الیاس گھمن دیوبندی
اپنے کردار کے آئینے میں
جلد اول
میثم عباس قادری رضوی
منارۂ ہدایت
شریعت یا جہالت

جو کتاب چھپی ہی نہیں، یہ کہتا ہے کہ فلاں کتب خانوں سے لو، حالانکہ اسی پلید نے کلمہ حق شمارہ ۱۲ میں تین صفحے اس پر سیاہ کئے کہ دیوبندیوں نے ایسی کتاب کے چھپنے کا اشتہار دے دیا ہے جواب تک چھپی ہی نہیں یہ تو جھوٹ ہے!!!!

اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ جس میثم کی جس کتاب کے چھپنے سے پہلے اس کذاب نے اس کے بارے میں اتنا بڑا جھوٹ بول دیا، کتاب کے اندر کتنے جھوٹ بولے ہوں گے!!!!

بہر حال! یہ کتاب ہمیں اب تک موصول نہیں ہوئی کہ ہم دیکھ سکیں کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ مگر نام سے ظاہر ہے کہ اس میں متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہم کی ذاتیات کو نشانہ بنایا گیا ہے، اس لئے ہم اس کتاب کا اصولی مختصر پُر اثر و مدلّل جواب رضاخانی اصول کی روشنی ہی میں یہاں دے رہے ہیں!!!!

میثم لکھتا ہے:

> ''لہذا مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی صاحب کے اصول کے مطابق ترجمہ کنز الایمان نمبر کے متعلق دو جھوٹ شائع کرنے والا دشام باز دیوبندی ٹولہ ناقابل اعتبار اور مجرم قرار دیا گیا اور ان کی طرف سے شائع کردہ **راہِ سنّت، سیفِ حق، قہرِ حق، نورِ سنّت** اور اہل سنت کے ردّ میں شائع کی گئی تمام کتابیں ناقابل اعتبار ٹھہریں''۔ (کلمہ حق شمارہ ۱۲ ص ۶۶۔۶۷)

میثم جی! اگر قہر حق اور سیف حق کا جواب ان چند سطروں ہی میں تھا تو (۳۰۰) صفحوں پر مشتمل جو تو نے سیف حق کا ''**جواب غائب**'' شیعوں کے بارہویں امام کی طرح دیا ہے، کیا اس میں نواب کلب علی خان کے پلنگ خاص پر احمد رضا خان کی لوٹی گئی عزت کا ''**مرثیہ**'' پڑھا ہے؟ حنیف قریشی، طالب الرحمن کو کہتا ہے کہ اقتدار نعیمی ہمارا معتبر عالم نہیں اس کا حوالہ پیش مت کرو!

تو کیا فرماتے ہیں کلمہ حق کے مشیر حنیف قریشی صاحب کہ غیر معتبر عالم کا حوالہ اگر دینا درست نہیں تو غیر معتبر کتاب کا جواب (۳۰۰) صفحات پر دینا کیسے درست ہوگیا؟ بینوا توجروا!

میثم کی خود اپنی اس کتاب کا اعتبار نہیں:

میثم نے اپنی اس تحریر میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ کو ''**صاحب**'' لکھا اور

مولوی احمد رضا خان لکھتا ہے کہ: دیوبندی وہابی کو **مولانا صاحب** لکھنا کفر ہے، (الطاری الداری ص ۳۴) گویا میثم نے دیوبندی کو **صاحب** لکھ کر کفر کیا، اور حشمت علی رضوی استاذ المغلظات لکھتا ہے:

''مولویان وہابیہ دیوبندیہ خود اپنے ہی عین اسلام تقویت الایمان کے فتوے سے مشرک وکافر ہو گئے، لہذا براۃ الابرار کتاب ساری کی ساری مردود و نامعتبر ہوگئی''۔

(کلمہ باطل ش ۹ ص ۵)

لہٰذا میثم جب تو خود کافر ہوگیا تو تیرے حشمت علی کے اس اصول کے تحت تیری اپنی اس کتاب سمیت جملہ تحریرات مردود اور نامعتبر ہوگئی، لہذا مستقل جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں، اسے کہتے ہیں نہلے پہ دہلا!!!!

ایک اور انداز سے جواب:

میثم عباس رضوی اللہ پاک کے پیارے نبی کریم ﷺ کی محبوب سنت ''داڑھی مبارک'' سے بالکل محروم ہے اور یہودیوں عیسائیوں انگریزوں اور عورتوں کی طرح اس کا چہرہ صفاچٹ ہے، اب ذرا ایسے آدمی کی حقیقت رضاخانیوں کے پیر و مرشد احمد رضا خان بریلوی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

جدول ان سزاؤں وعیدوں مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے کترانے والوں کے حق میں آیات واحادیث ونصوص مذکورہ سے ثابت ہیں:

۱۔اللہ و رسول کے نافرمان ہیں..... ۲۔شیطان لعین کے محکوم ہیں..... ۳۔سخت احمق ہیں..... ۴۔اللہ ان سے بیزار..... ۵۔رسول اللہ ﷺ بیزار ہیں..... ۶۔رسول اللہ ﷺ کو ایسی صورت دیکھنے سے کراہت آتی ہے..... ۷۔یہودی صورت ہیں..... ۸۔نصرانی وضع ہیں، فرنگیوں سے مشابہ ہیں..... ۹۔مجوس کے پیرو ہیں..... ۱۰۔ہندوؤں کی صورت مشرکین کی سیرت ہیں..... ۱۱۔مصطفی ﷺ کے گروہ سے نہیں..... ۱۲۔انہیں اپنے ہم صورتوں نصاریٰ و یہود و مجوس وہنود کے گروہ سے ہیں..... ۱۳۔واجب التعزیر ہیں، شہر بدر کرنے کے قابل ہیں..... ۱۴۔مبدّلین فطرت ہیں مغیر خلق اللہ ہیں..... **۱۵۔زنانے مخنّث ہیں**..... ۱۶۔خدا کے عہد شکن ہیں..... ۱۷۔ذلیل وخوار ہیں..... ۱۸۔گھناؤنے قابل نفرت ہیں..... ۱۹۔مردود الشہادت

ہیں..... ۲۰۔ پورے اسلام میں داخل نہ ہوئے..... ۲۱۔ ہلاکت میں ہیں مستحق بربادی ہیں..... ۲۲۔ دین کے بے بہرہ آخرت میں بے نصیب ہیں..... ۲۳۔ عذاب الٰہی کے منتظر ہیں..... ۲۴۔ اللہ عزوجل کو سخت دشمن ومبغوض ہیں..... ۲۵۔ صبح ہیں تو اللہ کے غضب میں، شام ہیں تو اللہ کے غضب میں .....۲۶۔ قیامت کے دن ان کی صورتیں بگاڑی جائیں گی..... ۲۷۔ اللہ و رسول کے ملعون ہیں، دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، اللہ وملائکہ و بشر سب کی ان پر لعنت ہے، فرشتوں نے ان کے لعنتی ہونے پر آمین کہیں..... ۲۸۔ اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت نہ فرمائے گا..... ۲۹۔ وہ بہشت میں نہ جائیں گے..... ۳۰۔ اللہ عزّوجل انہیں جہنم میں ڈالے گا۔

(لمعة الضحی فی اعفاء للحی۔ص:60-58۔مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

اندازہ لگائیں جس مخنث زنانہ سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ بیزار ہوں، صبح شام اللہ کے غضب میں گرفتار ہو، جس پر اللہ نے لعنت کی ہو اور اس لعنت پر فرشتوں اور ساری مخلوق نے آمین کہی ہو، ایسے قطعی لعنتی کو آج رضاخانیوں نے اپنا قائد بنایا ہوا ہے، حنیف قریشی، تبسم شاہ، یوسف رضوی قصائی، خرم رضا تم لوگوں کو کیا اپنے مذہب کی دلالی کیلئے کوئی مرد بھی اب میسّر نہیں؟؟؟؟

بہرحال! حشمت علی رضوی کا اصول یاد رکھیں ''تصنیف اگر مشرک کی ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں''، نیز اس میثم کے رسالہ میں حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

''مولویان وہابیہ دیوبندیہ خود اپنے ہی عین اسلام تقویت الایمان کے فتوے سے مشرک وکافر ہوگئے، لہذا برأۃ الابرار کتاب ساری کی ساری مردود ونامعتبر ہوگئی''۔ (کلمہ باطل ش۹ ص۵)

اسی اصول کے تحت میثم رضوی کی طرف سے اہلِ حق خصوصاً متکلم اسلام کے خلاف شائع شدہ تمام مواد مردود ونامعتبر ہوگیا کہ جب میثم خود مردود ملعون معذّب ہے، مردود الشہادت ہے تو اس کے کسی لٹریچر کا کیا اعتبار؟؟ کہ یہودی، عیسائی، ملعون مخنّث کی تصانیف ولٹریچر ہے!!

مفتی انس رضا کے اصول سے اس کتاب کا باطل ہونا:

یہ رضا خانی یہ لکھتا ہے کہ:

''ایسا اکثر ہو جاتا ہے کہ بڑے بڑے علماء پر بھی تھوڑا بہت طعن ہو جاتا ہے''۔(حسام الحرمین اور مخالفین ص ۱۵۷)

لہذا اگر کسی دیوبندی نے حضرت امام الیاس گھمن صاحب زید مجدہم پر طعن کر بھی لیا تو یہ تو آپ کے اصول کے تحت ان کے ''بڑے عالم'' ہونے کی دلیل ہے، مزید لکھتا ہے:

''دوسرا یہ کہ کوئی سنّی عالم دین کسی شخصیت پر حد سے تجاوز کرتے ہوئے معمولی سا طعن کر دے، جیسے مذکورہ صورت میں بعض اہل سنت علمائے کرام نے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ پر طعن کیا ہے تو یہ ان کا اپنا ذاتی موقف ہوگا، ان کے ذاتی موقف کو تمام اہلِ سنّت کے کھاتے میں ڈال دینا مناسب نہیں''۔(حسام الحرمین اور مخالفین، ص ۱۶۰)

الحمدللہ! اس اصول سے اس رضا خانی نے جو مولانا طارق جمیل پر اپنے اس شمارے میں صفحات سیاہ کئے اس کا بھی جواب ہوگیا، اسے کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار!!

کلمۂ حق کا خصوصی شمارہ شائع نہ ہونے پر میثم رضا خانی کے دجل کا جائزہ

معزز قارئین! حال ہی میں احمد رضا خان کی طرف سے لعنتی، مخنث، احمق وغیرہ جیسے القابات کا حامل میثم قادری نے اپنی رسوائی کا سامان یعنی مجلہ کلمہ حق (درحقیقت کلمہ باطل) کا شمارہ نمبر 15 شائع کیا، سچ ہے کسی کو جب ذلیل ہونا ہوتا ہے تو وہ خود ہی اس کا بندوبست کرتا ہے، اس عورت نما آدمی نے شمارہ نمبر 15 میں اپنا ناکام دفاع کرنے کے لئے ایک مضمون لکھا ہے، جو صفحہ 5 سے شروع اور صفحہ 14 پر ختم ہوتا ہے۔

یہ مضمون بھی اس عورت نما آدمی کی دیگر تحریرات کی طرح اس کی ذلّت و رسوائی کا سامان ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

بنیادی اعتراض اور اس کا ردِ بلیغ:

میثم کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ اس نے جو کلمہ حق کے خصوصی نمبر اور مجموعہ رسائل حشمت علی کے شائع کرنے کا اعلان کیا تھا دیوبندیوں نے ان کے شائع نہ کر سکنے کو جھوٹ قرار دے دیا، جبکہ دیوبندیوں نے بھی کئی کتب و تحریرات کے شائع کرنے کا اعلان کیا تھا لیکن اب تک ان کو شائع نہ کر سکے، (دیکھئے کلمہ حق شمارہ نمبر 15 صفحہ 5 تا 14 {مفہوم})

جواب :- یہ تاویل بالکل بے سود ہے اور ان سے میثم خود کو نہیں بچا سکتا، پروفیسر ڈاکٹر مسعود نے لکھا ہے کہ:

”ہر بات کی اچھی تاویل کرنی چاہیئے“۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص 198)

لہٰذا میثم کو بھی چاہیئے تھا کہ اگر تاویلات کرنی ہی تھیں تو کچھ ڈھنگ کی کرتا، مگر سوائے اوراق سیاہ کرنے کے اس نے کچھ نہیں کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ ہم نے جو ”سوط الحق شمارہ نمبر 1“ میں میثم قادری کے خصوصی شمارہ اور مجموعہ

رسائل نہ چھپنے کو جھوٹ لکھا تھا، وہ میثم کے ہی اصولوں پر اس کو الزامی جواب دیا تھا، کیونکہ میثم نے کلمہ حق شمارہ نمبر 12 میں مجلّہ راہ سنت کے خصوصی شمارے کے نہ چھپنے کو جھوٹ کہا تھا، (دیکھئے کلمہ حق شمارہ نمبر 12 ص 65 تا 67)، جبکہ وہاں ہمارے رسالے میں کاتب کی طرف سے لکھنے میں غلطی ہوئی بھی ہے، جس کی وجہ سے "صفِ ماتم بچھنے والی ہے" کے بجائے "صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے" ہوگیا۔

اور بریلویوں کا اصول ہے کہ:

"کاتب اکثر و بیشتر پڑھے لکھے نہیں ہوتے، کچھ کا کچھ لکھ جاتے ہیں"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ جلد اول ص 129)

اسی طرح مفتی انس رضا لکھتا ہے کہ:

"مکتبے والے کوئی عالم فاضل نہیں ہوتے"۔ (حسام الحرمین اور مخالفین ص 379)

مفتی حنیف قریشی لکھتا ہے کہ:

"کتابت کی غلطی پر اعتراض نہیں کیا جاتا"۔ (قادیانیت کا پوسٹ مارٹم ص 18)

لہٰذا بریلوی اصول کے تحت بھی یہاں اعتراض نہیں بنتا تھا، مگر میثم نے انصاف کا خون کرتے ہوئے مکتبے والوں کی غلطی کو دیوبندیوں کا جھوٹ شمار کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون!

میثم کو آئینہ دکھانے کے لئے سوط الحق میں الزاماً میثم کے اعلانات دکھائے گئے تھے کہ فلاں مجموعہ شائع ہونے والا ہے، فلاں خصوصی نمبر شائع ہوگا، لیکن اعلان کے بعد دیگر شمارے تو آئے، مگر نہ خصوصی نمبر شائع ہوا، نہ مجموعہ رسائل!.....تو میثم کے اصول سے وہ جھوٹ شمار ہوتا تھا، اسی وجہ سے اس کو جھوٹ کہا گیا تھا، جیسا کہ سوط الحق میں بھی الزامی طرز اس طرح اختیار کیا گیا ہے:

"دوسروں کو جھوٹا کہنے والا انٹرنیشنل کذاب میثم رضوی رافضی نے خود کیا کیا جھوٹ بولے ملاحظہ ہوں"۔ (سوط الحق ص 6)

آگے ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

"یہی حرکت کسی اور سے سرزد ہوتی تو فوراً جھٹ سے مضمون لکھ دیتا کہ نیا جھوٹ پہلے نام کوئی اور بتایا اب نام کوئی اور بتا رہا ہے"۔ (سوط الحق ص 7)

یہ اقتباسات چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ ہماری پکڑ الزامی تھی نہ کہ تحقیقی!!!!

اور الزامی جوابات کے متعلق میثم کے گروپ کا کہنا ہے کہ وہ مصنف کا نظریہ ہوتا ہی نہیں، مثلاً ایک بریلوی لکھتا ہے کہ:

''عرض ہے جناب یہ حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب کا اپنا عقیدہ نہیں، بلکہ یہاں تو انہوں نے قادیانیوں کو الزامی جواب دیا ہے''۔ (رد اعتراضات المخبث صفحہ 337)

اور آگے الزامی جوابات پر اعتراض کرنے والوں کو جاہل لکھا ہے۔

(رد اعتراضات المخبث صفحہ 338)

نیز یہی رضاخانی لکھتا ہے کہ:

''تو الزامی جواب علماء کا طریقہ رہا ہے''۔ (رد اعتراضات المخبث صفحہ 339)

ایک اور جگہ لکھا ہے کہ:

''اور الزامی جواب میں مخالف کے سوال یا موقف سے جو نقص وارد ہوتے ہوں، وہ بھی اکثر جواباً پیش کر دیے جاتے ہیں''۔ (رد اعتراضات المخبث ص 377)

مگر کیا کریں! میثم کی جیسے چہرے سے داڑھی غائب ہے لگتا ہے عقل کا بھی وہی حال ہے!!

اب ذرا میثم کے گروپ میں شامل ہونے والے نئے چنڈو خان ارشد مسعود چشتی کا اقتباس بھی پڑھیں اور خود سوچیں کہ وہ کہاں فٹ ہوتا ہے، ارشد مسعود چشتی بریلوی لکھتا ہے کہ:

''جس آدمی کو الزامی جواب سمجھنے کی بھی اہلیت نہ ہو، اُسے میدان مناظرہ میں نہیں آنا چاہیئے، اس سے اُس کا تو کچھ نہیں بگڑتا، اُس کے اکابرین کی علمیت کا پول کھل جاتا ہے''۔ (تحفظ اہل سنت و جماعت جلد اول ص 398)

امید ہے اب طبیعت صاف ہوگئی ہوگی!!

قارئین! جس اصول سے میثم نے دیوبندیوں کو جھوٹا کہا تھا، اسی اصول کے تحت میثم بھی جھوٹا قرار پاتا ہے، اب بریلوی چاہیں تو میثم کو جھوٹا کہیں یا پھر اپنے ہی اصولوں کا خون کریں، بقول ارشد چشتی بریلوی کے ''اب گیند ان کے کورٹ میں پھینک دی گئی ہے، جو چاہیں وہ خود فیصلہ کریں''۔ (تحفظ اہل سنت و جماعت جلد اول ص 399)

یہ تھا میثم کا بنیادی اعتراض، جس کا جواب ہم نے الحمدللہ دے دیا ہے! ؎

دیکھتے کیوں ہو شکیب اتنی بلندی کی طرف
نہ اٹھایا کرو سر کو کہ یہ دستار گرے

غلام مرتضیٰ ساقی بریلوی لکھتا ہے کہ:

''جب بنیاد ہی غلط ہے تو اس پر کھڑی کی گئی عمارت بھی منہدم ہوگئی''۔

(اہلسنت کی پہچان ص 132)

لہٰذا اس اصول کے تحت میثم نے جو ہمارے حوالے دے کر فضول میں اپنے رسالے کے صفحے سیاہ کئے اور ادھر ادھر کی ہانکی ہے تو اس کا جواب ہم پر ضروری نہیں، کیونکہ اس کے اعتراض کی بنیاد کو ہی ہم نے منہدم کر دیا، لیکن پھر بھی ہم دیگر چند باتوں کا جائزہ لیتے ہیں، تاکہ اُن باتوں میں بھی میثم کا دجل واضح ہو جائے اور اس کی ذلّت و رسوائی میں کوئی کسر باقی نہ رہے!!!!

سیفِ حق پر اعتراض اور اس کا جواب:

میثم نے یہ اعتراض کیا کہ سیف حق میں میرے سارے اعتراضات کے جوابات نہیں۔ (کلمۂ حق شمارہ نمبر 15 ص 5_ مفہوم)

جواب:- پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم نے کہیں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ کلمہ حق کے تمام شماروں کا جواب سیف حق کے ایک ہی شمارے میں ہوگا، اگر کہیں یہ دعویٰ کیا ہے تو پیش کیا جائے_!!

دوسری بات یہ کہ کلمہ حق میں میثم کی تحریرات چونکہ بے ربط ہوتی تھیں اور فضول حوالوں کی بھرتی سے صرف اوراق سیاہ کرنا بھی رضاخانی ٹیم کا خاصہ ہے، اسی وجہ سے فضولیات کا جواب نہیں دیا گیا، مختصر اور جامع جواب دیا گیا، یہ طرز ہم نے رضاخانیوں ہی سے لیا ہے، چنانچہ مفتی انس رضا بریلوی لکھتا ہے کہ:

''الیاس گھمن کی یہ کتاب ایسی ہے جو بالکل بے ربط ہے، چلتے چلتے یکدم غیر متعلقہ موضوع پر لکھنا شروع ہو جاتے ہیں، پھر بے محل حوالے دے کر صفحے بڑھاتے جاتے ہیں، اسلئے اس پوری کتاب کو متن میں نہیں رکھا گیا، البتہ تقریباً ہر اعتراض کا مختصر اور جامع جواب دینے کی پوری کوشش کی گئی ہے''۔ (حسام الحرمین اور مخالفین ص 33)

لہٰذا میثم کو ہم پر غصہ ہونے کے بجائے اپنے علماء کی خبر لینی چاہیئے!!!!

ہماری تائید یا تمہاری:

میثم نے امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے چند اقتباسات پیش کئے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ صرف چند باتوں کا جواب دینا شکست ہوتی ہے، پھر اس اصول کو سیف حق پر فٹ کیا۔ (دیکھئے کلمہ حق شمارہ نمبر 15 ص 6،7 {مفہوم})

جواب:- امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے بالکل درست فرمایا ہے، لیکن میثم کو سمجھ کہاں؟؟؟؟ پروفیسر ڈاکٹر مسعود سے ایک فاضل نے ٹھیک کہا تھا کہ "فاضل بریلوی تو جاہلوں کے پیشوا تھے"۔ (فاضل بریلوی اور ترکِ موالات ص 5)

انہی جاہلوں کی سبزی منڈی میں میثم بھی ایک مولی نما کریلا ہے.....!!!!

قارئین کرام! امام اہل سنت رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں کہ:

"کسی بھی اہلِ علم سے یہ بات مخفی نہیں ہوسکتی کہ جب کوئی شخص کسی کتاب یا کسی مضمون کی تردید کرتا ہے تو بزعمِ خویش اس میں قابل مواخذہ سب باتوں کو ضرور ملحوظ رکھتا ہے"۔

(الشہاب المبین ص 12 /بحوالہ کلمہ حق شمارہ نمبر 15 ص 6)

امام اہل سنت رحمہ اللہ" قابل مواخذہ" باتوں کے بارے میں لکھ رہے ہیں اور سیفِ حق میں قابل مواخذہ باتوں کی مختصر مگر جامع تردید موجود ہے الحمدللہ، لہٰذا یہ حوالے ہمارے نہیں بلکہ خود میثم کے خلاف ہیں۔

دیگر تحریرات شائع کیوں نہیں ہوئیں:

میثم نے ہمارے چند مضامین اور کتب کے بارے میں لکھا کہ ان کے متعلق دیوبندیوں نے لکھا تھا کہ عنقریب شائع ہوگی، مگر پھر شائع نہیں ہوئی، (دیکھئے کلمہ حق شمارہ نمبر 15 ص 8 تا 13 {مفہوم})

جواب: یہ اعتراض تب بنتا تھا، جب راہ سنت یا سیف حق کے مزید شمارے تاحال جاری ہوتے، لیکن یہ تو چھپنا ہی بند ہو گئے تھے، جیسا کہ میثم نے کلمہ حق شمارہ نمبر 15 ص 11 پر خود اقرار کیا ہے تو اعتراض کیسا_؟؟؟؟

جبکہ کلمہ حق کے تو خصوصی نمبر کے اعلان کے بعد کئی شمارے شائع ہوئے اور اب پھر سے شائع ہو رہا ہے، لیکن سیف حق کا جواب ابھی تک نہیں آیا! کیوں؟؟ کہتا ہے مصروفیات ہیں!!.....او بھائی! کونسی مصروفیات ہیں، رسالہ تو تیار پڑا ہوا ہے؟ اس زمانے میں دیگر کئی کتب شائع کرنے کا وقت ہے، علمائے دیوبند پر بھونکنے کا وقت ہے، فیس بک استعمال کرنے کا وقت ہے، اپنے چنڈوں خانوں کی کتابوں پر مقالے لکھنے کا وقت ہے، اگر نہیں ہے تو سیف حق کے تیار شدہ جواب کو شائع کرنے کا وقت نہیں؟؟ تو ادھر کیا وزیر لگا ہوا ہے جو وقت نہیں؟؟

خان صاحب بریلوی نے تیری طرح داڑھی منڈے کو "کھسرا" لکھا ہے تو وقت نہ ہونے کی ایک ہی وجہ سمجھ آتی ہے کہ راتوں کو لاہور کی سڑکوں اور سگنلوں پر کھڑا ہو کر پوری رات دھندا کرتا ہو اور صبح آرام!.....اسی لئے وقت نہیں!!!!

اور جہاں تک کتب کا تعلق ہے کہ اب تک شائع نہیں ہوئیں تو وہاں "عنقریب" لکھا ہے، کوئی مدت متعین نہیں کی گئی، لہٰذا اس پر اعتراض سراسر جہالت ہے۔

خیالی پلاؤ:

میثم نے لکھا ہے کہ مکالمۃ الصدرین کی توثیق پر میں نے پورا رسالہ لکھا ہے، جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سیف حق کا جواب کیسا ہوگا؟ ملخصاً (کلمہ حق شمارہ نمبر 15 ص 13، 14)

جواب: اسے کہتے ہیں اپنے منہ میاں مٹھو بننا!.....میثم کے پورے رسالے کی وقعت کیا ہے؟ اس کا انداز اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اُس پورے رسالے کا جواب علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ نے دفاع اہل سنت جلد دوم میں صرف چند صفحات میں دیا ہے اور میثم کے اعتراض کے پرخچے اُڑا دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ بدعتوں کو سنّی بنائے اور سنّیوں کو کفر، شرک اور بدعت جیسی مہلک برائیوں سے محفوظ رکھے، آمین۔

مستحب کو سنّت سمجھنے پر میثم رضاخانی کی جہالتوں کا جواب

قارئین ذی وقار! مولانا ابو ایوب حنفی قادری صاحب زید مجدہم نے رضاخانی حضرات پر مناظرہ کوہاٹ میں جو کاری ضرب لگائی آج تک وہ اس ضرب کی وجہ سے رینگ رہے ہیں اور یہ سارا ٹولہ رضاخان کی طرح جاہلوں کا ٹبر ہی معلوم ہوتا ہے اور ہم ان کے گالی نامہ کو

اذا اتتك مذمتی من ناقص فهی الشهادة لی بانی کامل

کے قبیل سے سمجھتے ہیں، اس بات سے کسی کو مفر و انکار نہیں کہ ''مستحب و سنت'' کا استعمال ایک دوسرے پر ہوتا رہتا ہے، مگر جو سوال ''مناظرہ کوہاٹ'' میں کیا گیا، وہ اس اعتبار سے تھا جس اعتبار سے تم لوگوں نے بشمول تمہارے اعلیٰ حضرت نے فرق کیا ہے، آئیے اپنے گھر کو ذرا ملاحظہ فرمائیں:

فاضل بریلوی کے فتاویٰ رضویہ میں ہے

''اس مسئلہ میں باقی کلام اور سنت کی تعریف و اقسام اور سنت غیر موکد کی تحقیق احکام اور اس کے مستحب سے فرق..... یہ سب ہمارے رسالہ سبط الیدین فی السنۃ والمستحب والمکروہ میں ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ج ۱، ص ۱۷۷)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''نیز سنت و مندوب میں فرق نہ کرنا مذہبِ حنفی و شافعی کسی کے مطابق نہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم، ص ۱۷۵)

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان فرمائی ہیں، جن کی تفصیل ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں اور آگے سنّتِ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ کو مستحب سے الگ قسم شمار کیا ہے۔ (دیکھو انوار رضا، ص ۲۰۹)

مولوی عبد المصطفیٰ اعظمی نے سنت موکدہ اور غیر موکدہ کو مستحب سے الگ کر کے بیان کیا ہے۔

(دیکھو جنتی زیور، ص ۱۶۶)

ہم اس طرح کے بے شمار حوالے اکٹھے کر سکتے ہیں، مگر فرصت نہیں!.....قصہ مختصر! جو فرق آپ کے آباء نے کیا ہے مناظرے میں قادری صاحب نے اسی بنیاد پر اعتراض کیا، مگر سوال گندم جواب چنا!..... جب قادری صاحب نے دیکھا کہ جاہل کو اتنا بھی معلوم نہیں تو اس بات کو ہی چھوڑ دیا کہ اہل علم خود ہی اس کی بونگیاں دیکھ کر فیصلہ کر لیں گے۔

تو میثم رضاخانی! جاہل نہ تو قادری صاحب ہیں اور نہ ہی ہمارے خان اعظم صاحب معاذ اللہ، بلکہ رضاخانی ٹولہ ہی بمع خان صاحب بریلوی جاہلوں کا ''معجون مرکب'' ہے!..... اب ہم رضاخانی حضرات سے کہیں گے کہ کوشش فرمائیں اور لائیں اپنے باباجی کو قبر سے اٹھا کر جو مستحب وسنت میں فرق کو حنفیت قرار دے رہے ہیں۔

باقی رضاخانی حضرات سے گذارش ہے کہ کبھی آئینہ میں چہرہ دیکھ لیا کریں جو دعویٰ تم نے کیا تھا کیا اس پر رضاخانی مستحب کی تعریف صادق آتی ہے؟ کیونکہ تعریف تو مستحب کی یہ کی ہے تم نے:

''جسے نبی پاک ﷺ نے کبھی کیا اور کبھی ترک کر دیا ہو''۔

تو کیا ''جھنڈیاں، کیک کاٹنا، جلوس نکالنا، وغیرہ'' کیا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے؟ شرم سے ڈوب مرو!!!!

ہوسکتا ہے رضاخانی کہیں یہ جملہ بھی تو تم نے لکھا ہے: ''اور جسے سلف صالحین نے اچھا سمجھا'' تو ہمارے اسلاف نے اسے اچھا سمجھا، لہذا مستحب ہوا تو اس کے دو جواب ہیں:

(۱) آپ جہلاء کو یہ بھی علم نہیں کہ سلف صالحین سے کیا مراد ہے؟ آپ کے شیخ الحدیث عبدالرزاق بھترالوی صاحب لکھتے ہیں:

''سلف صالحین سے مراد صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین ہیں''۔ (نجوم التحقیق، ص ۳۵۶)

(۲) دوسری بات یہ کہ سیال شریف کے صدر مفتی محمد اصغر صاحب لکھتے ہیں:

''مستحب مافعله النبی ﷺ مرة و ترکه اخری و احبه السلف، یعنی مستحب اس حکم شرعی کو کہتے ہیں کہ جسکو نبی کریم ﷺ نے کئی مرتبہ کیا ہو اور کئی ایک

مرتبہ ترک بھی فرمایا ہو اور بزرگان دین نے اسے پسند کیا ہو''۔(دعا بعد از نماز جنازہ کی شرعی حیثیت، ص ۲۴)

تو سرکار دو عالم ﷺ کے متروکہ کام کو اسلاف نے پسند کیا ہو، یہ آپ کے اکابر کی مصدقہ کتاب سے ثابت ہوتا ہے، آپ اپنی بدعات کو ثابت کرنے کیلئے احبہ السلف کا سہارا لینا چاہتے ہیں، ذرا عقل کے ناخن لو!.....ساری ذریت بریلویہ اگر اس تعریف کو دیکھ لے تو اپنی بدعات کو مستحب کہنا ترک کردے!!!!

خدایا!.....ان جاہلوں کو عقل کی دولت نصیب فرما، آمین۔

اللہ کو عاشق کہنے پر دیوبندی علماء بے ادب

چونکہ رضاخانی الطاف تونسوی کا یہ اعتراض کلمہ حق کے ص ۸۴ تا ۸۶ پر موجود ہے، لہذا ہم اس کا جواب یہاں نقل کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

(یہ جواب حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ کی لاجواب شاہکار اور مایہ ناز کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ حصہ سوم کے مسودہ سے ماخوذ ہے، جسکا مواد نیٹ پر وقتاً فوقتاً شائع ہوتا رہتا ہے، اس میں یہ بھی وضاحت ہوتی ہے کہ مسودے میں وقتاً فوقتاً حذف و اضافہ ہوتا رہتا ہے، لہذا نیٹ پر شائع ہونے والے مواد کو حتمی نہ سمجھا جائے)

(اعتراض ۳۲۰): اللہ کو عاشق کہنے پر دیوبندی علماء بے ادب

ایک رضاخانی معترض لکھتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

"بعض لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا معشوق کہتے ہیں، چنانچہ شعراء، اشعار نعتیہ میں اس مضمون کو باندھتے ہیں، سو عشق کا خاصہ ہے عاشق کو مضطرب کر دینا اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہے، مگر غضب یہ ہے کہ بعض بے باکوں نے اس اضطراب کو بھی نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کیلئے مان لیا"۔ (اشرف الجواب ص ۱۶۸)

مولوی اشرف علی تھانوی نے مزید کہا:

"الحاصل معشوق کہنا یہ سخت بے ادبی ہے، اس لئے کہ عشق کا خاصہ آدمی کا ہے، اس لئے کہ عشق نام ہے نفس کے ایک خاص انفعال کا اور اللہ تعالیٰ انفعال اور تاثر سے پاک ہے"۔ (اشرف الجواب، ص ۱۶۸)

ان دونوں اقتباسات سے معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کے مطابق اللہ تعالیٰ کو عاشق کہنا بے ادبی ہے، جبکہ دوسری طرف دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب نے اللہ پاک کو عاشق کہا:

خدا عاشق تمہارا اور محبوب تم اس کے ہے ایسا مرتبہ کس کا سنا وَیا رسول اللہ

(کلیات امدادیہ، ص ۲۰۵)

دیوبندیوں کے امام مولوی قاسم نانوتوی کا نبی ﷺ کو عاشق کہنا:

خداتر، تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق، تم اس کے عاشق زار

(قصیدہ بہاریہ، بحوالہ مجلہ محبت، ص ۱۷)

سراج الیقین دیوبندی

حضرت شاہ ہدایت اللہ، عاشق اللہ، معشوق اللہ

(حوالہ شمس العارفین، ص ۳)

دیوبندیوں کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری تقریر میں کہتے ہیں:

''میرے ہالیو (ہل جوتنے والو) اللہ کا محبوب، عاشق کے گھر کو چلا''۔

(حوالہ سوانح وافکار سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ص ۲۸۷)

جواب: اس جاہلانہ اعتراض کا جواب رضاخانی اصولوں کی روشنی میں ملاحظہ ہو:

پہلا اصول:

اشرف الجواب حضرت حکیم الامت مجدّدِ دین وملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں، اسی طرح رسالہ محبت حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں، اسی طرح سوانح وافکار سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نہیں!!!!

اب جس رسالہ میں یہ اعتراض پیش کیا گیا، اسی میں حشمت علی رضوی کا یہ قول ہے:

''ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین ومتوسلین جو حاضر ہوا کرتے ہیں، اس کے ارشادات سن کر اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر اپنی یاد داشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں، ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہو جائے تو قلم بند کرنے والے کی یاد داشت کی غلطی سمجھی جائے گی، اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے''۔ (مبلغ وہابیہ کا گریز بحوالہ کلمہ حق، ص ۴۲، شمارہ ۱۵)

لہذا ممکن ہے کہ اشرف الجواب یا دیگر کتب جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، اس میں ''غلطی''

واقعی ہوگئی ہو، لہذا اس کو ان کے مصنفین کی طرف منسوب کرنا خباثت نفسانی و بے ایمانی ہے، بلکہ پہلے رضاخانی اصولوں پر ان کتابوں کو جن کی طرف ان کو منسوب کیا گیا ہے، ان کی کتاب ثابت کیا جائے، اس کے بعد یہ بھی ثابت کیا جائے کہ اس میں کسی قسم کی تحریف و تدسیس نہیں ہوئی، یہ ہم نہیں رضاخانی فقیہ ملت شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''بازار میں کسی کے نام سے کوئی کتاب چھپ جانا اس کی دلیل نہیں کہ جس کے نام سے کتاب چھپی ہے یہ اسی کی تصنیف ہے، کسی کی کتاب اس وقت مانی جائے گی جب مصنف کے عہد سے لیکر شائع ہونے تک معتمد اور مستند لوگوں کے یہاں محفوظ ہو..... پھر اصل کتاب مصنف کی ہوگی تو الحاق سے محفوظ ہے اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے''۔(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۲، ص ۱۵۴)

نوٹ: رضاخانیوں نے ''ہدیہ بریلویت پر ایک نظر'' کتاب میں بھی احکام شریعت کے متعلق یہی لکھا کہ یہ خان صاحب کی کتاب نہیں، لہذا اس کے مندرجات کو ان کی طرف یقینی طور پر منسوب نہیں کیا جاسکتا، (مفہوم) اسی کے پیش نظر ہم نے یہ بات کہی ہے!!!!

دوسرا اصول:

بے ادبی کا جو فتویٰ پیش کیا، وہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کتاب ''اشرف الجواب'' سے پیش کیا گیا، جبکہ اشعار امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پیش کیا اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا درجہ مقام و مرتبہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے کہیں بلند ہے، اب اس صورت میں رضاخانیوں کا اصول ہے:

''ایک طرف دیوبندی مذہب کی بھاری بھرکم شخصیت مفتی اعظم پاکستان ابن مفتی اعظم پاکستان اور دیوبندی شیخ الاسلام کے بھائی ہیں، دوسری جانب گکھڑوی صاحب کے غیر معروف چیلے چانٹے ہیں، اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کس کی بات کو ترجیح ہونی چاہیئے؟ ظاہر ہے کہ جو دیوبندیت کے مفتی اعظم پاکستان ہیں، وہ فہم و فراست، عقل و دانائی اور سمجھ بوجھ میں ان چیلوں چانٹوں سے زیادہ ہی ہوں گے، جو پڑھتے کم تھے اور گکھڑوی کے پاؤں زیادہ دباتے تھے''۔(کشف القناع، ج ۱، ص ۲۶۸)

تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فتویٰ اگر نسبت یقینی بھی ہو، تب بھی چونکہ امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ وحاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو استعمال کیا ہے، لہذا اس اصول کے مطابق ترجیح حضرت امام نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال کو ہوگی اور اشرف الجواب کی عبارت کالعدم ہوگی۔

تیسرا اصول:

شیخ المشایخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو رضاخانی بھی اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں، اس پر فی الوقت صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو، پیرزادہ اقبال فاروقی لکھتا ہے:

''حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چودھویں صدی کے نامور شیخ طریقت اور مولف تھے.....'' مزید لکھتے ہیں: ''قیام ہندوستان کے دوران بہت سے نامور اصحاب ان سے باطنی فیض پایا، آپ کے اکثر خلفاء ذی علم وتعلیم وتعلم کے فن سے تعلق رکھتے تھے.....'' مزید لکھتے ہیں: ''ان کے چند اکابر خلفاء پیر مہر علی شاہ صاحب وغیرہ''۔ (تذکرہ علماء ومشائخ پاکستان وہند، ج ۱ ص ۴۳۰)

اب عاشق ومعشوق کہنا یہ رضاخانیوں کے نواب احمد رضا خان وشریف الحق امجدی کے ہاں بھی ممنوع ہے، تفصیل ملاحظہ ہو: فتاویٰ شارح بخاری، ج ۱ ص ۲۸۱۔

لہذا اس کا جواب صرف ہمارے ہی ذمہ نہیں، بلکہ رضاخانیوں کے ذمہ بھی بنتا ہے!!!!

چوتھا اصول:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کملی کی نسبت کے متعلق شریف الحق امجدی صاحب لکھتے ہیں:

''فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص ۵۶۵ میں ہے ''کملی'' کمبل کی تصغیر ہے، ایک قسم کی ادنیٰ پوستین جو بکریوں اور بھیڑوں کی کھال سے تیار کی جاتی ہے، اسے غریب درویش لوگ پہنا کرتے ہیں، فیروز اللغات ص ۷۶۶ میں ہے ''کملی'' کمبل کی تصغیر ہے، چھوٹا کمبل بناءً علیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کو کملی کہنا ممنوع ہے، شامی میں ہے:

مجرد ایہام المعنی المحال کاف للمنع کسی ناروا معنیٰ کا ایہام منع کیلئے کافی ہے، اس کی نظیر راعنا ہے..... اور یہاں کملی میں ایک ہی زبان میں تصغیر ہے،

اگر چہ دوسرا معنیٰ بھی ہے، اس لئے یہ بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا، اگر چہ بولنے والے کی نیت تصغیر کی نہ ہو دوسرا معنیٰ ہو"۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۱، ص ۵۳۵، ۵۳۶)

"صیغہ تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے..... اس لئے ایسے الفاظ جن کے کچھ معنیٰ درست ہوں، کچھ خبیث اور شرع میں وارد نہ ہوں، اس کا استعمال اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ممنوع ہے"۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۱، ص ۵۳۷)

"حضور اقدس ﷺ کو کملی والے یا اللہ کا دلبر کہنا جائز نہیں "کملی" کمل کی تصغیر ہے، حضور اقدس ﷺ یا انبیائے کرام سے جس چیز کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو، اسے صیغہ تصغیر سے ذکر کرنا جائز نہیں، تصغیر کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا چھوٹا پن اور اس کی تحقیر کیلئے کوئی صیغہ استعمال کیا جائے"۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۱، ص ۵۳۸)

"مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے المعتمد المستند میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے متعلقات کو بصیغہ تصغیر ذکر کرنا مطلقاً ناجائز ہے، علماء نے لکھا ہے، جس نے حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کو شعیر کہا وہ کافر ہوگیا، اس پر فرمایا، (ترجمہ) یعنی حضور اقدس ﷺ کے متعلقات میں تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے، اگر چہ محبت کے طور پر ہو، بلکہ تصغیر کبھی تعظیم کیلئے آتی ہے، اس کے باوجود صرف ایہام ممنوع اور حرام ہونے کیلئے کافی ہے، اس سے ظاہر ہوگیا کہ صیغہ تصغیر کسی بھی نیت سے شانِ نبوت میں استعمال کرنا ممنوع ہے، خواہ بہ نیتِ محبت ہو، خواہ بہ نیتِ تعظیم ہو، خواہ بہ نیتِ اختصار، وجہ اس کی یہ ہے کہ تصغیر کی اصل وضع تحقیر کیلئے ہے..... جب تصغیر کا صیغہ بولا جائے گا تو ذہن اول وہلہ میں تحقیر ہی کی طرف منتقل ہوگا"۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۱، ص ۵۳۹)

خلاصۂ کلام کہ کملی چونکہ تصغیر ہے اور تصغیر اصل میں تحقیر کیلئے وضع ہے، عرف میں جب تصغیر جیسے

کملی کا لفظ بولا جاتا ہے تو تحقیر ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے، خود امجدی صاحب کے بقول:

''تصغیر کا زیادہ تر استعمال تحقیر کیلئے ہوتا ہے''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۱، ص ۵۱۷)

اب یہی لفظ کملی رضاخانی بزرگوں نے بھی استعمال کیا ہے تو امجدی صاحب ان کی طرف سے جواب دیتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آگیا ہے، یہ عدم توجہ کی بنا پر، جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے، حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے لکھا:

بلبّیک حجاج بیت الحرام — بہ مدفون یثرب علیہ السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے

کے بود یارب کہ رود یثرب و بطحا کنم — گہہ بمکہ منزل و گہہ در مدینہ جا کنم

ظاہر ہے کہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے، اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کملی وارد ہے، وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمہ تصغیر ہے، ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۱، ص ۵۴۰)

''اور جو بعض اکابر کے کلام میں آگیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۱، ص ۵۳۷)

پس اس فتوے کی روشنی میں ہم بھی کہتے ہیں کہ جن بزرگوں نے یہ لفظ استعمال کیا، ان کا اس طرف دھیان نہیں گیا، رضاخانی اعتراض کا جواب رضاخانی گھر سے ہی ہوگیا، اسے کہتے ہیں ''اصل کرامت''، الحمدللہ!!!!

تحقیقی جواب:

دراصل اشرف الجواب میں اس لفظ کو ایک خاص معنیٰ میں لینے پر یہ فتویٰ لگایا گیا ہے اور وہ ہے:

''عشق کا خاصہ ہے کہ عاشق کو مضطرب کر دیتا ہے اور حق تعالیٰ اس سے منزّہ ہے''۔

(اشرف الجواب ص ۱۶۷)

اور ہمارے جن مشایخ کا حوالہ رضاخانی نے دیا، اس میں عشق ان معنیٰ میں مستعمل نہیں، بلکہ ''محبت'' کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، اس پر قرینہ خود ان کے اشعار ہیں، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شعر میں آگے ہی ''محبوب'' کا لفظ موجود ہے:

''خدا عاشق تمہارا اور محبوب تم اس کے ہے ایسا مرتبہ کس کا سنا وَیا رسول اللہ''

(کلیات امدادیہ، ص ۲۰۵)

اسی طرح امام مولوی قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے جو اشعار پیش کئے، اس میں ''حبیب ومحبوب'' کے الفاظ موجود ہیں۔

خدا تر، تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق، تم اس کے عاشق زار

(قصیدہ بہاریہ، بحوالہ مجلہ محبت، ص ۱۷)

اب شریف الحق امجدی صاحب معشوق کے معنیٰ لکھتے ہیں:

''عرفِ عام میں ان تینوں کے معنیٰ محبوب کے ہیں''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ۱، ص ۲۸۱)

اور ظاہر ہے کہ محبوب کے لفظ میں کوئی مضائقہ نہیں اور رضاخانیوں کے نزدیک ویسے بھی گستاخی کا دارومدار عرف پر ہے اور امجدی صاحب نے واضح کر دیا کہ عرف میں اس لفظ کا وہ معنیٰ نہیں، جس کو بے ادبی کہا گیا۔

اب شریف الحق امجدی صاحب کا ہی ایک فتویٰ ملاحظہ ہو، مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی صاحب سے ایک سوال ہوا:

''خالد کہتا ہے کہ جو خوبی سارے نبیوں میں تھی وہ تمام خوبیاں غوث پاک میں تھیں، کیا اس کا کہنا صحیح ہے؟ اور اس طرح کہنے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں:

''یہ جملہ بادی النظر میں صحیح نہیں، خوبیوں میں نبوت بھی ہے اور خواصِ نبوت، سرکار غوث اعظم نہ نبی ہیں، نہ خواص نبوت سے متصف ہیں لیکن جہاں تک ہو سکے مسلمان کے قول کو اچھے محمل پر حمل کرنا واجب ہے، بعض جگہ قرائن عقلی کلام میں مخصص ہوتے ہیں، علماء نے فرمایا انبت الربیع البقل سبزہ نے بہار اگایا، اگر مومن کہے تو اس میں مجاز عقلی ہے، مراد سبب کی مسبب کی طرف اسناد ہے، سبزہ اگانے والا حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہے، لہذا ربیع کو سبزہ اگانے والا کہنا کفر ہے، مومن کا ایمان باللہ اس پر قرینہ ہے کہ اس میں اسناد حقیقی نہیں، مجازی ہے۔ اسی طرح قول مذکور کا قائل مومن ہے، جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امتی ہیں، قائل کا یہ عقیدہ اس پر قرینہ ہے کہ اس کی مراد وہ خوبیاں ہیں جو نبوت اور لوازم نبوت کے سوا ہیں، اس میں بھی مبالغہ ہے، مگر قائل کافر نہ ہوگا نہ گمراہ، خاطی ہوگا''۔

(فتاویٰ شارح بخاری، ج ۲، ص ۱۲۸، ۱۲۹)

امجدی صاحب نے اوّلاً خود تسلیم کیا کہ قائل کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ غوث پاک کو نبوت بھی ملی اور خواص نبوت بھی جس میں امام الانبیاء ہونا بھی شامل ہے، رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت بھی شامل ہے معاذ اللہ، اور یہ دونوں باتیں ضروریاتِ دین کا انکار ہے، امجدی صاحب کو عبارت میں بھی کوئی قرینہ نہ ملا، جو اس قول کا ردّ کرتا اور کلام کا کوئی صحیح محمل متعین کرتا، لہذا انہوں نے قرینہ اور مخصص ''عقیدہ'' کو قرار دے دیا کہ چونکہ قائل مسلمان ہے، عقیدہ ختم نبوت کا قائل ہے اور غوث اعظم کو امتی سمجھتا ہے لہذا وہ ایسا نہیں کہہ سکتا، اللہ اکبر!!!!

معلوم ہوا کہ مسلمان سے حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس کے عقیدے کے مطابق معنیٰ کو واضح کیا جائے گا، حالانکہ امجدی کو جو عبارت پیش کی گئی، اس میں قائل نے اپنی مراد و عقیدہ کی کوئی وضاحت نہیں کی اس کے باوجود امجدی صاحب نے اس کے ''عقیدہ'' کو معنیٰ کیلئے مخصص قرار دیا۔

تو مشائخ دیوبند کے اشعار میں تو خود محب و محبوب کی صراحت موجود ہے، لہذا یہاں عاشق و معشوق کو اسی معنیٰ میں لیا جائے گا۔

نیز اشرف الجواب میں مغلوب الحال اور عشق ومحبت میں سرشار لوگوں کو اس سے خود مستثنیٰ کیا گیا ہے، (اشرف الجواب، ص ۱۶۸)

تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ و امام نانوتوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ان الفاظ کا صدور مغلوب الحال ہونے کی کیفیت میں ہوا!!!!

پھر جس رضاخانی ٹبر کی طرف سے یہ اعتراض آیا ہے اسی ٹبر کا ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''یہاں بے ادبی کا لفظ شرعاً توہین وگستاخی کے معنیٰ میں استعمال نہیں ہوا، بلکہ اکثر علماء وبزرگان دین بعض اوقات فرطِ محبت اور اعلیٰ درجہ کے کمالِ تقویٰ کی بناء پر ایسے الفاظ لکھ جاتے ہیں''۔ (دست وگریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج ۱، ص ۳۹۹)

تو حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب جو عبارت پیش کی گئی ہے، اس میں بھی ''بے ادبی'' کو گستاخی کے معنیٰ میں نہیں لیا گیا اور اسی شرعی فتوے کی صورت میں نہ لیا جائے، نہ اسے گستاخی پر محمول کیا جائے، بلکہ اسے فرطِ محبت اور کمالِ تقویٰ پر محمول کرلیا جائے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں دوسرے لوگوں کو یہ لفظ استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔

کیا رضاخانی مذہب میں اشعار پر گستاخی کا فتویٰ لگانا جائز ہے؟:

محسن کاکوروی کا ایک شعر ہے

مفت حاصل ہے مگر اس کی یہ تدبیر نہیں
کھوٹے داموں بکنے یوسف کی یہ تصویر نہیں

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی غلام حسن قادری مفتی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور لکھتے ہیں:

''بلحاظ فن یہ شعر آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے، لیکن شرعی نقطۂ نگاہ سے دیکھئے تو مصرعہ ثانی سے ایک اولو العزم (حضرت یوسف علیہ السلام) نبی کی توہین وتنقیص کا پہلو نکلتا ہے (نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ جو کسی نبی کی توہین وتنقیص کرے وہ کافر ہے، ملخصاً تمہید ایمان ص ۱۲۱، ساجد)

مگر حسن قادری ایک اور شعر نقل کرکے لکھتے ہیں:

''محسن کاکوروی کی شاعرانہ عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ

دونوں اشعار عالم استغراق یا جوش روانی میں سپرد قلم ہوئے اور غیر شعوری طور پر ادب کا دامن چھوٹ گیا''۔(شرح کلام رضا المعروف شرح حدائق بخشش ،ص ۲۴)

اب دیکھیں کہ یہ تسلیم بھی کیا کہ شعر میں ایک اولو العزم نبی کی توہین ہے، ادب کا دامن چھوٹ گیا، مگر شاعرانہ عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے فتویٰ نہیں لگایا، اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ بالفرض بے ادبی ہوتا، تب بھی ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ لفظ استعمال کیا، انہوں نے غیر شعوری طور پر استعمال کرلیا، ان کی دینی وملی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کسی قسم کا کوئی فتویٰ نہیں لگائیں گے!!!!

اس جاہلانہ اعتراض کے مزید دیگر کئی جواب ہو سکتے ہیں، فی الوقت اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے!!

مولانا ابو ایّوب قادری صاحب حفظہ اللہ پر عظیم بہتان

بجواب

مولوی ابو ایوب دیوبندی کے ایک عظیم دجل کا انکشاف

اس وقت ہمارے سامنے ملک سہیل اشرف کا مضمون ہے، جس میں جناب نے بزعم خویش مناظر اہل سنت، فاتح رضا خانیت مولانا ابو ایوب قادری صاحب حفظہ اللہ دجل دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ملک صاحب کو مناظر اہل سنت پر بے جا تنقید سے پہلے یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ جناب دوسروں پر تنقید سے پہلے کہیں خود کو رضاخانی عدالت میں مجروح شخصیت کے حامل تو نہیں ہیں؟؟

چنانچہ اس حوالے سے اوّل تو ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ فیس بک پر ''ترجمان اہلسنت'' کی آئی ڈی کے نام سے موجود ہیں، جبکہ پہلے آئی ڈی کا نام ''ملک سہیل اشرف'' ہی تھا، فیس بک کی آئی ڈی پر جو جناب کی تصویر موجود ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جناب داڑھی منڈے ہیں اور سنّتِ رسول ﷺ جناب کے چہرے پر موجود نہیں ہے، داڑھی منڈوانے پر فرقہ رضا خانیہ میں یہ فتاویٰ جات ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ داڑھی منڈانے والے اللہ و رسول کے نافرمان ہیں..... ۲۔ شیطان لعین کے محکوم ہیں..... ۳۔ سخت احمق ہیں..... ۴۔ اللہ ان سے بے زار ہے..... ۵: رسول اللہ ﷺ بے زار ہیں..... ۶۔ رسول اللہ ﷺ کو ایسی صورت دیکھنے سے کراہت آتی ہے..... ۷: یہودی صورت ہیں..... ۸۔ زنانے مخنث ہیں..... ۹۔ عذاب الٰہی کے منتظر ہیں..... ۱۰۔ قیامت کے روز ان کی صورتیں بگاڑی جائیں گی۔

(لمعۃ الضحی فی اعفاء للحی، فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲)

اندازہ کریں جو خود رضا خان کے فتوے کی رو سے عذاب الٰہی کا منتظر، بچڑا ہوا اور جس سے اللہ اور اس کے رسول بے زار ہوں اور یہودی صورت ہو، بھلا وہ علماء پر تنقید کرے تو اس کی کیا حیثیت ہے؟؟ کچھ بھی نہیں!!!!

لہذا چاہیئے تو یہ تھا کہ جناب خود اپنے گریبان میں جھانکتے، مگر جناب دوسروں کو دجّال ثابت کرنے چلے ہیں!!!!

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ملک سہیل اشرف کے بارے میں ہمارے پاس کچھ رضاخانی کمنٹ محفوظ ہیں، جس میں نام نہاد رضاخانی محقق میثم قادری اور احمد بدر رضوی نے جناب کی چھترول کی ہے!!!!

چنانچہ ایک کمنٹ میں احمد بدر رضوی لکھتا ہے کہ یہ جناب کو منہ لگانے کے قابل نہیں سمجھا میں نے، (مفہوم)۔

میثم لکھتا ہے (ملک سہیل کے) تبصرہ کا انداز مناسب نہیں، تو جس کو اپنے منہ نہ لگائیں وہ منہ اٹھا کر علماء کو آتے ہیں!!!!

مناظرِ اہلِ سنّت پر رضاخانی اعتراض:

مناظر اہل سنت مولانا ابو ایوب قادری صاحب دامت برکاتہم کی کتاب دست و گریبان جلد ۳ سے حوالہ نقل کیا کہ ارشد القادری سے جب یہ شکایت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت اور اس کے شہزادے مخالفین کے حق میں اس قدر بداخلاق کیوں واقعہ ہوئے ہیں تو اس کے جواب میں ارشد القادری نے ایک حقیقت سے پردہ اٹھایا کہ جب اعلیٰ حضرت کے مخالفین نے ان کی بات نہ مانی تو مجبوراً اسی زبان میں ان سے (یعنی مخالفین سے۔ناقل) بات کرنی پڑی، جو زبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے، (زیروزبر، ص ۲۸۸۔مطبوعہ لاہور)

یہ عبارت لکھنے کے بعد رضاخانی نے مولانا قادری صاحب کا تبصرہ نقل کیا کہ:

سبحان اللہ! جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے! یعنی یہ زبان جس کے چند نمونے گذشتہ سطور میں پیش کئے گئے وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کیا کرتے تھے، اگر مجبور نہ کرتے تو اس کا استعمال محض وہ اپنی نجی زندگی کی حد تک محدود رکھتے۔ [ملخصاً کلمہ حق ص ۷۰]

اس کے بعد رضاخانی نے زیروزبر کی عبارت نقل کی جسکا خلاصہ یوں بنتا ہے کہ:

"دیوبندیوں کا تیسرا الزام یہ ہے کہ وقعات السنان کتاب میں سوقیانہ زبان استعمال کی،

لیکن اس الزام سے پہلے یہ نہ سوچا کہ جس کے جواب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے، اس میں کیسی زبان استعمال ہوئی ہے"۔ (کلمہ حق ص ۱۷)

پھر مضمون نگار لکھتا ہے کہ حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشد القادری مزید لکھتے ہیں:

"جب موصوف کی علمی زبان میں بات نہیں سمجھ سکے اور بالکل ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو مجبوراً اسی زبان میں ان سے بات کرنی پڑی، جو زبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے"۔ (زیروزبر ص ۲۶۴۔ مطبوعہ اکبر بک سیلز لاہور)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ ارشد القادری یہاں پر دیوبندی اکابرین کی نجی زبان وگفتگو سے متعلق بات کر رہے ہیں، نہ کہ اعلیٰ حضرت یا شہزادہ اعلیٰ حضرت کی نجی زبان وگفتگو سے متعلق"۔ (کلمہ حق ص ۱۷)

الجواب:

مضمون نگار کی تحریر پر سوائے ہنسی کے اور کوئی تاثر نہیں دیا جا سکتا، جس بات کا الزام وہ مناظر اہلِ سنّت پر لگا رہا ہے اس کا رد تو خود اسی کا قلم کر رہا ہے، ہم یہاں پر کچھ تفصیل سے عرض کرتے ہیں:

زیروزبر کی بات سے مناظرِ اہلِ سنّت کا مدّعا ثابت:

ارشد القادری لکھتا ہے:

"تیسرا الزام بریلوی فتنہ کے مصنفین نے وقعات السنان نامی کتاب پر عائد کیا ہے کہ اس کی زبان سوقیانہ اور غیر مہذّب ہے، لیکن یہ الزام عائد کرتے وقت وہ یہ بتانا بھول گئے ہیں کہ یہ کتاب جن کے جواب میں لکھی گئی ہے، خود ان کی زبان کیسی تھی اور کس طرح کے مضامین میں انہیں دلچسپی تھی"۔ (زیروزبر ص ۲۶۵)

لیجئے! ارشد القادری صاحب لکھتا ہے کہ دیوبندی وقعات السنان کی سوقیانہ زبان پر الزام لگانے سے پہلے یہ بتانا بھول گئے کہ جس کتاب کے جواب میں یہ کتاب ہے، اس میں کیسی زبان استعمال کی ہے، یعنی مطلب یہ ہوا کہ چونکہ دیوبندی کتاب میں سوقیانہ اور غیر مہذّب زبان استعمال کی گئی ہے، اس لیے وقعات السنان میں استعمال کی گئی ہے، لیجئے! اس عبارت سے تو الٹا یہ بات ہی

ثابت ہوئی کہ دیوبندی کتاب کے جواب میں مجدّد بریلوی کے بیٹے نے گھٹیا زبان استعمال کی اور یہی قادری صاحب کا مدّعا تھا!..... چلیے آگے بڑھیے! اب آگے آتے ہیں نجی محافل میں استعمال ہونے والی زبان پر کہ رضا خانی نجی محفلوں میں کیسی زبان استعمال کیا کرتے تھے؟ تو اسی صفحہ پر ارشد القادری صاحب یوں لکھتے ہیں کہ:

''دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی دل آزار کتاب حفظ الایمان کا نام آپ نے سنا ہوگا، جس میں انہوں نے مسلمانوں کے آقا پیغمبر اعظم ﷺ کی شان میں نہایت لرزہ خیز گستاخی کی ہے، اس کتاب کی تردید میں علمائے بریلی کی طرف سے متعدد رسائل شائع کئے گئے، جس میں ان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بغیر کسی پس وپیش کے اپنی ایمان سوز تحریر سے توبہ کریں اور ایسی دل آزار کتاب کو دریا بُرد کر دیں یا پھر اپنے سر سے الزام اٹھائیں، جب موصوف علمی زبان میں بات نہیں سمجھ سکے اور بالکل ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو مجبوراً اسی زبان میں ان سے بات کرنی پڑی، جو زبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے''۔ (زیر وزبر ص ۲۶۵)

لیجئے! ارشد القادری صاحب تھوڑا پیچھے ہی کہہ رہے تھے کہ دیوبندی کتاب کے جواب میں ایسی زبان استعمال کی گئی ہے اور اب یہاں یہ کہا جارہا ہے کہ حفظ الایمان میں چونکہ گستاخی کی گئی ہے تو اس کے جواب میں ایسی زبان استعمال کی گئی، یہی نہیں جناب کا یہ کہنا ہے کہ

''جب موصوف علمی زبان میں بات نہیں سمجھ سکے اور بالکل ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو مجبوراً اسی زبان میں ان کی بات کرنی پڑی، جو زبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے''۔

اب دیکھئے کہ:

چنانچہ ارشد القادری کا یہ کہنا: ''کہ چونکہ جس کے جواب میں وقعات السنان لکھی گئی ہے، اس میں غیر مہذب زبان استعمال کی گئی ہے، سو وقعات السنان میں بھی استعمال ہوئی اور جیسی زبان دیوبندی نجی محفل میں استعمال کرتے ہیں، ویسی ہی زبان مجبوراً استعمال کرنی پڑی، یعنی ارشد القادری کے بقول چونکہ دیوبندی نجی محفلوں میں سوقیانہ زبان استعمال کرتے تھے تو تب مجبوراً بریلی کے مجدّد کے بیٹے نے بھی وہی زبان استعمال کی، لہذا یہ تو مان لیا کہ گھٹیا زبان استعمال کی ہے، یہی بات اس

مضمون نگار نے مولانا ابو ایوب قادری کے حوالے سے لکھی کہ:

''اگر مخالفین مجبور نہ کرتے تو اس کا استعمال محض وہ نجی زندگی کی حد تک ہی محدود رکھتے''۔ (کلمہ حق ص ۷۰)

یعنی مولانا ابو ایوب صاحب دامت برکاتہم یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ رضا خانی زبان جو ان کی کتب سے ظاہر ہے اگر دیوبندی مجبور نہ کرتے تو وہ زبان نجی محفلوں تک ہی رہتی، اب بات یہی ہے کہ چونکہ سر عام رضا خانی کتب میں گالیاں ہیں تو نجی محفلوں کی زبان بھی ایسی ہی ہو گی اور یہ بات ارشد القادری کی عبارات سے ہی صاف معلوم ہو رہی ہے، لہذا یہ مولانا ابو ایوب قادری صاحب کا دجل نہیں، بلکہ جناب کی ہٹ دھرمی اور ضدّی پن ہے۔

رہی بات ہماری کتاب میں اور نجی محفلوں میں گھٹیا زبان استعمال کرنے کی تو یہ بھی جناب کا ایک بڑا جھوٹ والزام ہے، اس پر ﴿لعنة الله علی الکاذبین﴾

رضا خانی اپنے گھر کی فکر کریں:

دوسروں پر دجل کا الزام لگانے والے اس رضا خانی عاقبت نا اندیش کو اپنے گھر کی خبر لینی چاہیئے، کیونکہ جناب کے گھر میں اقراری ڈگریاں موجود ہیں کہ ان کے اکابر و علماء قطع و برید کرتے اور الفاظ اپنی طرف سے ڈال لیتے ہیں، چنانچہ عبد المجید خان سعیدی غلام حسن قادری کے متعلق لکھتا ہے:

''نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ لاہوری صاحب نے رسالہ کا آغاز ہی ہاتھ کی صفائی سے کیا ہے''۔ (مصلحانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش ص ۱۳)

لیجیے جناب! جناب کے گھر کی یہ حالت ہے کہ رضا خانی علماء کتاب کا آغاز ہی ہاتھ کی صفائیوں سے کرتے ہیں، جس کا اقرار خود رضا خانی مفتی عبد المجید خان سعیدی کو بھی ہے!!!!

مزید عبد المجید صاحب مزید لکھتے ہیں:

''لاہوری صاحب کا اس میں کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس کا پس منظر چھپانے کے ساتھ ساتھ حضرت کی عبارت ادھوری نقل فرمائی''۔

(مصلحانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش ص ۳۳)

مزید لکھتے ہیں:

''جوتا پہننا سنّت، جسے وہ صاف اڑا گئے، کیونکہ انہیں اندازہ تھا کہ اس کے بغیر ان کی مطلب برآری ناممکن ہے، البتہ اڑائے گئے الفاظ کی جگہ پر یہ لفظ از خود لکھ دیے، یعنی امت کے لیے''۔ (مصلحانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش ص ۳۳)

یہی نہیں مزید بھی رضاخانی علماء کی حالت زار کے متعلق انکشافات موجود ہیں، چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''بڑے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا نے اسے سیاق وسباق سے ہٹا کر اس کا محض من مانا جملہ اور ٹکڑا لے لیا ہے''۔ (مصلحانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش ص ۴۱)

لیجیے جناب! آپ کے گھر کا تو یہ عالم کہ سیاق وسباق سے ہٹا کر عبارات نقل کرتے ہیں!!!!

یہی عبدالمجید خان سعیدی اشرف سیالوی کے متعلق یہاں تک لکھتے ہیں کہ:

''نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ سرگودھوی صاحب نے اپنی مطلب برآری کے لیے لطائف الحیل سے بھی کام لیا ہے، جس میں قطع و برید شامل ہے اور خلاف واقعہ بیان بھی''۔ (تنبیہات ص ۳۱)

دیکھا گھر کے اکابر کا یہ حال کے خلافِ واقعہ باتیں کرنا اور عبارات میں قطع و برید کرنے میں بھی نہیں ہچکچاتے اور مضمون نگار دوسروں پر الزام لگا رہے ہیں!!!!

اسی سیالوی کے متعلق مزید عبدالمجید سعیدی لکھتے ہیں:

''رسول ربّ العالمین کو اڑایا، تاویلات اہل سنت کی عبارت میں اونچ نیچ کی''۔ (تنبیہات ص ۳۵ جلد اول)

دیکھا لفظ اڑا کر اپنی طرف سے عبارت میں اونچ نیچ کرنا، خود آپ کے اکابرین کا کام ہے، جبکہ جناب الزام ہم پر لگاتے ہو، شرم آنی چاہیئے!!!!

مضمون نگار کو یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ جناب کے گھر کے رضاخانی علماء کا حال یہ ہے کہ اپنے دعوے پر دلائل دینے کے لیے اپنے ہی رضاخانی اکابرین کی کتب سے عبارات نقل کر کے اپنے عقیدے پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہی کچھ غلام حسن قادری نے کیا، جس کا شکوہ

عبدالمجید سعیدی یوں کرتا ہے کہ:

''لاہوری صاحب نے جتنے حوالے پیش کیے، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں، جو مطلوبہ معیار پر پورا اترنے والا ہو وہ سب مغالطات ہیں''۔ (مصلحانہ کاوش ص ۱۸)

دیکھا آپ نے جب اپنے اختراعی نظریہ نبوت پر غلام حسن قادری نے بریلوی علماء کے حوالے دیے تو سعیدی صاحب نے فوراً ٹوکتے ہوئے کہا کہ سب مغالطات ہیں اور مطلوبہ معیار پر پورا نہیں آتے۔

اب جن کے گھر کا یہ حال ہو دوسروں پر ان کو الزام لگاتے شرم بھر تو شرم آنی چاہیئے!!!!

لہذا جناب مناظر اہل سنت کی تحاریر پر تنقید سے پہلے جی بھر کے سوچ لیں، کہیں لینے کے دینے نہ پڑ جائیں، ہم اسی پر اکتفا کرتے ہوئے رخصت چاہتے ہیں۔

☆☆☆☆

مولانا نور محمد مظاہری رحمہ اللہ پر اعتراض کا دندان شکن جواب

قارئین کرام! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے، ان کی بے ادبی کرنے والا ملعون ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا تسبّوا اصحابی لعن اللہ من سبّ اصحابی. (المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۵ ص ۹۴)

میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو بُرا مت کہو، اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہو، جو میرے صحابہ کو بُرا کہتا ہے۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:

علی بن سہل کے علاوہ اس روایت کے سب راوی صحیح بخاری کے ہیں اور علی بن سہل بھی ثقہ ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۱)

شیعہ کی ہمنوائی میں رضاخانیوں نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بے ادبیاں کی ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں رضاخانیوں نے دھمکا چوکڑی مچائی ہوئی ہے، اشرف آصف جلالی کے متعلق کہ انھوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گستاخی کی ہے، اسی طرح مفتی حنیف قریشی رضاخانی نے اپنے بیانات میں حضرت امیر معاویہ و حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جو گستاخیاں کی ہیں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں، بلکہ اس فرقے کے بانی مولوی احمد رضا خان نے تو ایک صحابی حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر تک کی ہے، ﴿انّا للہ وانّا الیہ راجعون﴾ (دیکھئے ملفوظات حصہ دوم ص ۴۴)۔

اسی حقیقت کو مولانا نور محمد مظاہری صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''مولوی حشمت علی رضاخانی کا تکفیری فتویٰ بنام مولوی سیّد محمد کچھوچھوی'' میں پیش کیا ہے۔

بریلوی حضرات کی طرف سے اس پر کئی عجیب عجیب تاویلات سامنے آئیں، حشمت علی خان نے بھی اپنے روحانی باپ احمد رضا خان کو بچانے کے لئے چند تاویلات کا سہارا لیا ہے، جس کو میثم

کذاب نے کلمہ حق شمارہ نمبر 15 میں پیش کیا ہے، لیکن شاید بریلوی حضرت اپنے مولوی احمد رضا کو بچانے میں اتنے مست ہو گئے کہ انہیں اسی مولوی کا یہ اصول یاد نہ رہا کہ:

''احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو''۔ (تمہید ایمان ص ۴۱ مکتبہ امام اعظم دہلی)

قارئین کرام! ان تاویلات کا جائزہ لینے سے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ بریلوی مذہب میں حشمت علی خان لکھنوی کا کیا مقام ہے؟

رضا خانی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے کہ:

''رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی اور عملی خدمات کے اعتبار سے صف اوّل کے علماء میں سے نہیں تھے''

تھوڑا آگے چل کر اسی صفحے پر حشمت علی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''غیر مستند شخص''۔ (مقالاتِ سعیدی ص ۲۶۸، فرید بک سٹال)

یہ مقام ہے اس شخص کا بریلوی مسلک میں جس کی تحریر کو میثم کذاب نے بڑے فخر سے اپنے رسالے میں پیش کیا ہے!!

اب آیئے حشمت علی خان کی تاویلات کا جائزہ لیتے ہیں:

تاویل نمبر 1:- حشمت علی خان نے پہلی تاویل یہ کی ہے کہ ملفوظات صاحبِ ملفوظ کے اپنے لکھے ہوئے نہیں ہوتے، بلکہ ملفوظات کو ترتیب دینے والے صاحبِ ملفوظ کے مسترشدین و متوسلین ہوتے ہیں، وہ اپنی یادداشت پر الفاظ قلم بند کر لیتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی غلطی رہ جاتی ہے تو اس کا اعتراض جمع و ترتیب دینے والے پر ہوگا نہ کہ صاحبِ ملفوظ پر۔ (کلمہ حق شماہ نمبر 15 ص ۴۲ [ملخصاً])

جواب: ان رضا خانیوں کی منافقت دیکھیے کہ جب مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور ہمارے دیگر اکابرین پر اعتراض کرنا ہوتا ہے تو اس وقت ہمارے بزرگوں کے ملفوظات کو اچھل اچھل کر پیش کرتے ہیں، کیا اُس وقت یہ اصول یاد نہیں ہوتا کہ صاحبِ ملفوظ پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے، بلکہ جمع کرنے والے سے خطا ہو سکتی ہے؟؟؟؟

بہر حال! یہاں یہ تاویل کام نہیں آئے گی، کیونکہ مصطفیٰ رضا خان کے جمع کردہ ملفوظات کو احمد

رضا خان نے خود دیکھا ہے اور اس کا نام بھی خود احمد رضا خان نے ہی رکھا ہے، جیسا کہ ملفوظات کے مقدّمے میں لکھا ہے کہ ''اعلیٰ حضرت نے خود اس کا نام ''الملفوظ'' رکھا''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت مقدمہ ص ۳۰، ۳۱، مکتبہ قادریہ دہلی)

معلوم ہوا کہ احمد رضا خان نے ملفوظات کو دیکھا بھی ہے اور نام بھی اسی نے رکھا ہے، دیکھنے اور نام رکھنے کے بعد بھی اعتراض والی عبارت موجود رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ الزام مصطفیٰ رضا خان کے ساتھ ساتھ احمد رضا خان پر بھی عائد ہوتا ہے، لہٰذا حشمت علی کی پہلی تاویل یہاں بالکل نہیں چل سکتی۔

تاویل نمبر 2: حشمت علی خان نے آگے یہ لکھا ہے کہ ''ملفوظات میں جس عبد الرحمن کو کافر لکھا گیا ہے، وہ واقعی کافر تھا، کیونکہ وہ عبد الرحمن قاری نہیں بلکہ فزاری یا قزاری تھا جو کتابت کی غلطی یا مرتب کی غلطی کی وجہ سے قاری ہو گیا، نیز مسلم شریف کی حدیث کو بطورِ دلیل پیش کیا کہ وہ عبد الرحمن واقعی کافر تھا''۔ (ملخصاً، کلمہ حق شمارہ نمبر 15 ص ۴۳ تا ۴۶)

جواب: اس تاویل کا جواب مولانا نور محمد مظاہری رحمہ اللہ کی کتاب سے ہی نقل کر دیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

''اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں کہ:

''ایک بار عبد الرحمن قاری کہ کافر تھا اُسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں، بلکہ قبیلہ بنی قارہ تھا''، (ملفوظات ص ۴۴ ج ۲)

اعلیٰ حضرت بریلوی اپنے ایمان و اسلام کو کفر و ارتداد کے مطابق پرکھتے ہوئے اس بے باکانہ جرأت و دلیرانہ جسارت سے یہ کہتے ہیں کہ عبد الرحمن قاری جو قبیلہ بنی قارہ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے قاری تھے نہ کہ علم قرأت کی وجہ سے تو یہ عبد الرحمن قاری معاذ اللہ کافر تھا، حالانکہ اسمائے رجال کی مستند و معتبر کتابوں میں لکھا ہوا کہ جو قبیلہ بنی قارہ سے نسبت رکھنے کی وجہ سے عبد الرحمن کہلائے تھے وہ تو حضرت اقدس ﷺ کے ایک مقدس صحابی یا تابعی تھے''۔ (تکفیری فتویٰ ص ۴۹)

دیکھئے قارئین! مولانا نور محمد مظاہری رحمہ اللہ نے تو اسی کتاب میں (جس سے میثم نے اعتراض نقل کیا ہے) اس تاویل کا جواب دے دیا تھا، مگر میثم نے اندھے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو نقل نہیں کیا، اس پر ہم میثم کو اسکے ہی علماء کا اقتباس پیش کرنا چاہتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حسن علی رضوی لکھتا ہے کہ:

''ایسا اندھا نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کو اپنے مطلب کی بات تو نظر آجائے اور صحیح بات کے وقت آنکھوں میں موتیا اتر آئے'' (برق آسمانی صفحہ نمبر ۲۲)

بہر حال! اگر چہ ''ملفوظات'' میں آگے واقعہ کسی اور کے متعلق ہے، مگر مولوی احمد رضا خان نے جس شخصیت کو کافر قرار دیا ہے، وہ نبی کریم ﷺ کے صحابی یا تابعی ہیں، کیونکہ بنی قارہ سے تعلق رکھنے والا عبدالرحمن فزاری یا قزاری نہیں، جس کا نام لے کر جان چھڑانے کی کوشش کی گئی!!!!

معلوم ہوا کہ یہاں ''قاری'' کتابت کی غلطی کی وجہ سے نہیں لکھا گیا، کیونکہ اس ''قاری'' کی وضاحت خود خان صاحب نے آگے ہی کر دی!!

تاویل نمبر 3: آگے حشمت علی نے یہ کہا ہے کہ عبدالرحمٰن قاری نام کا کوئی صحابی یا تابعی نہیں، بلکہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کے نام کا تابعی موجود ہے، لہٰذا بریلوی صحابی کو کافر نہیں کہہ رہے ہیں، بلکہ دیوبندی ایک کافر کو صحابی کہہ رہے ہیں، اس پر بھی قلم سیاہ کیا کہ یہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں۔ (کلمۂ حق شمارہ نمبر 15 ص ۴۶، ۴۷_ ملخصاً)

جواب: پہلی بات تو ان کے صحابی ہونے میں اختلاف کو مظاہری صاحب نے بھی اپنی کتاب میں بیان کیا اور دونوں قسم کے اقوال نقل کئے کہ صحابی کا قول بھی ملتا ہے اور تابعی کا بھی، پس جب ایک بات کو وہ خود مان رہے ہیں تو پھر اس پر حشمت علی رضوی قلم کیوں سیاہ کر رہے ہیں؟

رہی یہ تاویل کہ جو صحابی یا تابعی ہے وہ ''عبدالرحمن بن عبدالقاری'' ہے، جبکہ ملفوظات میں جو نام لکھا گیا ہے وہ تو ''عبدالرحمٰن قاری'' ہے دونوں ناموں میں فرق ہے۔

تو اسماء میں اس معمولی اختلاف کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، الّا یہ کہ نام میں کوئی ایسا لفظ، کنیت یا لقب ہو جو دوسرے ہم ناموں سے ممتاز کر دے، مثلاً کلمہ حق کے مدیر میثم عباس رضوی ہے، اب اگر ہم صرف میثم لکھ کر یا میثم رضوی لکھ کر اس کا رد کریں گے تو میثم کے حواری یہ کہیں گے کہ یہ کسی اور کا رد

ہو رہا ہے؟ احمد رضا خان بریلوی کا نام صرف احمد رضا، خان صاحب، بریلی کے اعلیٰ حضرت لکھ دیں تو کیا یہ رضاخانی یہ کہیں گے کہ یہ کوئی اور "اعلیٰ حضرت" ہے؟ جو کافر تھا وہ فزاری تھا اور جو صحابی یا تابعی تھا وہ "قاری" تھا نہ کہ فزاری، خان صاحب نے خود قاری کی وضاحت کر کے اس ابہام کو دور کر دیا کہ ان کی مراد کون ہے؟؟؟؟

لیکن اگر رضاخانیوں کو اب بھی سمجھ نہیں آئی اور وہ نام میں معمولی اختلاف کو ہوا بنانے پر بضد ہیں تو لیجئے ہمارے قول پر تائید خود شریف الحق امجدی کے فتوے سے ملاحظہ ہو: دو شخصیات ہیں

(۱) ثعلبہ بن حاطبؓ یہ جلیل القدر بدری صحابی رسول ﷺ ہیں۔

(۲) ثعلبہ بن ابی حاطب یہ منافق بد بخت تھا۔

دونوں کے ناموں میں صرف "ابی" کا فرق ہے، اب دیکھیں رضاخانی صدر الشریعۃ اور صاحب تفسیر نسفی نے بقول امجدی اس منافق یعنی ثعلبہ بن ابی حاطب کی جگہ صحابی رسول ﷺ ثعلبہ بن حاطب کو ذکر کر دیا، اگر ملفوظات میں "بن عبد" نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عبد الرحمن القاری صحابی رسول ﷺ کی لسٹ سے نکل جاتے ہیں تو اب ان کتب میں بھی "ابی" نہ ہونے کی وجہ سے ایک جلیل القدر صحابی کو معاذ اللہ رضاخانی اصول و تاویل کے مطابق منافق سمجھا جائے؟؟؟؟

اصل عبارت امجدی کی ملاحظہ ہو:

"خزائن العرفان اور تفسیر نسفی میں ثعلبہ بن حاطب ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ ثعلبہ بن ابی حاطب ہے جیسا کہ خازن اور اصابہ میں ہے، ثعلبہ بن حاطب بن عمرو صحابہ شخص تھے، جو بدر اور احد میں شریک ہوئے اور احد میں شہید ہوئے اور ثعلبہ بن ابی حاطب خلافت عثمانی میں مرا"۔ (فتاویٰ شارح بخاری، ج ۲، ص ۴۳)

اسے کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!!

تاویل نمبر 4: آگے حشمت علی خان نے مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ پر یہ بہتان باندھا ہے کہ ان کے رسالے کی عبارت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور امہات المومنین رضی اللہ عنہم اجمعین معاذ اللہ جہنمی قرار پاتے ہیں، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ پر اعتراض کیا کہ ان کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر کہنے والا کافر نہیں،

لیکن شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو کافر کہنے والا کافر ہے، (کلمہ حق شماہ نمبر 15 ص ۴۷، ۴۸ ملخصاً)

جواب: بریلویوں کو جھوٹ بولتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی، کتنا صریح بہتان باندھا ہے مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ پر، ان کے رسالے میں جو لکھا ہے وہ میثم نے یوں نقل کیا ہے:

''ہم کو حسین مظلوم نے یہ نہیں بتلایا کہ رویا کرو، روئے تو وہ جو مرنے کے بعد جہنم میں جانے والا ہے''۔ (کلمہ حق شماہ نمبر 15 ص ۴۷)

اگر چہ ہمیں اصل رسالہ ابھی تک ملا نہیں، لیکن میثم کی نقل کردہ عبارت سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سراسر بہتان ہے، جو میثم اور حشمت علی نے اعتراض کی شکل میں پیش کیا ہے، وہاں روافض کے رونے کے متعلق کہا جارہا ہے ان کو جہنم میں جانا ہے، اسی لئے ہر سال محرم میں روتے رہتے ہیں، اس پر جو بہتان حشمت علی نے باندھا ہے اور میثم نے نقل کیا ہے، کل روزِ محشر میں انہیں اس کا حساب دینا ہے!!

اب جہاں تک فتاویٰ رشیدیہ پر اعتراض کا تعلق ہے تو اس کے جواب کے لئے علّامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ کی کتاب دفاع اہلسنت جلد دوم ملاحظہ کریں۔

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو کافر کہنے والے کو کافر اس حدیث کی بنا پر کہا گیا ہے جو مشکوٰۃ شریف میں ہے:

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہا تو ان دونوں میں سے ایک پر کفر لوٹ گیا، یعنی یا تو کہنے والا خود کافر ہو گیا یا وہ شخص جس کو اس نے کافر کہا ہے''۔ (بخاری و مسلم)

لہٰذا چونکہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ متقی اور پرہیزگار تھے، اسی لئے ان کو کافر کہنے والے پر کفر کا فتویٰ لوٹ آتا ہے۔

اسی کے ساتھ میثم اور حشمت علی کی تمام تاویلات کا ازالہ ہو گیا، الحمد للہ!!

رضاخانی مضمون ''متّحدہ ہندوستان میں بدمذہبیت کا آغاز'' کا منہ توڑ اصولی جواب

کلمہ حق کے شمارے ۱۵ میں ص ۵۱ تا ۶۹ مدیر ماہنامہ شریعت دہلی کے ایک دجال کذاب مولوی طارق انور مصباحی کے دجل سے بھرپور مضمون کو شامل کیا گیا ہے، اس مضمون میں موصوف نے وہی گھسی پٹی میڈ اِن بریلوی تاریخ کو دہرایا جو فضل امام خیرآبادی سے لیکر کاشف اقبال رضاخانی تک یہ لوگ مختلف مرچ مصالحہ لگا کر اپنی کتب میں وقتاً فوقتاً پیش کرتے رہے ہیں، پھر اکثر حوالے بھی اپنے ہی شیخ لاسلام مولانا ابوالحسن زید فاروقی اور غلام یحییٰ مصباحی رضاخانی کے دیے ہیں اور رضاخانیوں کا ہی اصول ہے کہ اپنے گھر کے حوالے فریق مخالف پر حجّت نہیں، یہ نہ برہانی انداز ہے نہ جدلی، مگر رضاخانی دجل وفریب نہ کریں تو کریں بھی کیا؟؟ مضمون میں ذکر کئے گئے اکثر اکاذیب کا منہ توڑ جواب مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ اپنی کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اوّل'' میں دے چکے ہیں وہاں ملاحظہ فرمالیں، اس جاہل مصباحی نے جو انجم رضاخانی کی طرف سے دارالعلوم دیوبند کا بانی حاجی عابد حسین صاحب مرحوم کو قرار دیا تو اگرچہ اس کا ہم تفصیلی جواب اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں، جو شایع بھی ہو چکا ہے، لیکن یہاں چور کو اسی کے گھر کا ایک حوالہ پیش کرتے ہیں، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لکھتا ہے:

''مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند''۔ (تذکرہ علما اہلسنت وجماعت لاہور، ص ۱۸۵)

اس پر مزید حوالہ جات کیلئے ''دست وگریباں کی حقانیت'' کتاب ملاحظہ ہو، اب فیصلہ تم کرو کہ دونوں میں سے جھوٹا کون ہے؟؟ بہرحال یہاں ہم اسی اختلاف سے متعلق ایک اور علمی مضمون کو پیش کر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں! (ادارہ)

الشریعہ نامی ویب سائٹ پر لگے مضمون

”دیوبندی بریلوی اختلافات سے مشترکات تک“ پر ایک نظر

کاشف اقبال نقشبندی

قارئین کرام! نظری آراء کا اختلاف نہ مضر ہے نہ اس کو مٹانے کی ضرورت ہے، نہ مٹایا جاسکتا ہے، اختلاف رائے نہ وحدتِ اسلامی کے منافی ہے، نہ کسی کے لیے مضر، اختلاف رائے ایک طبعی امر ہے، جس سے نہ کبھی انسانوں کا گروہ خالی رہا نہ رہ سکتا ہے، یہ اختلاف خود جناب رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں بھی ہوتا رہا اور خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں امور انتظامیہ کے علاوہ نئے نئے حوادث اور شرعی مسائل جن کا قرآن و حدیث میں صراحتاً ذکر نہ تھا، ان کے استخراج میں جب انہیں اپنی رائے اور قیاس سے کام لینا پڑا تو ان میں اختلافِ رائے ہوا، جس کا ہونا عقل و دیانت کی بنا پر ناگزیر ہے، اسی طرح بعد میں تابعین عظام کا عمل بھی اہلِ علم میں سے ہر ایک کے سامنے ہے، لیکن صحابہ و تابعین کے اس پورے خیر القرون میں اس کے بعد ائمہ مجتہدین اور ان کے پیروؤں میں کہیں ایک واقعہ ایسا سننے میں نہیں آیا کہ ایک دوسرے کو گمراہ یا فاسق کہتے ہوں، یا کوئی مخالف فرقہ اور گروہ سمجھ کر ایک دوسرے کی اقتدا کرنے سے روکتے ہوں، یا ان اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل یا سبّ وشتم، توہین و استہزاء کا بازار گرم کرتے ہوں، بلکہ ان مقدّس زمانوں میں ایسا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔

امام ابن عبد البر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”جامع بیان العلم“ میں سلف کے باہمی اختلافات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں:

”کہ ہمیشہ اہلِ فتاویٰ فتویٰ دیتے رہے، ایک شخص غیر منصوص مسائل میں ایک چیز کو حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے، مگر نہ حرام کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جس نے حلال ہونے کا فتویٰ دیا وہ ہلاک اور گمراہ ہوگیا، نہ حلال کہنے والا یہ سمجھتا ہے“۔ (وحدتِ امّت از مفتی محمد شفیعؒ)

ہندوستان میں بھی انگریز کے برسر اقتدار آنے سے پہلے علماء کا آپس میں بعض مسائل ومعمولات میں اختلاف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے لیے احترام کا جذبہ غالب تھا۔

''دیوبند و بریلی اختلافات سے مشترکات تک'' کے موضوع پر ایک مضمون الشریعہ نامی ویب سائٹ پر نظر سے گذرا، صاحب مضمون کی فرقہ واریت اور مسلکانہ رنجشوں اور کدورتوں کی تلافی کے لیے لکھی جانے والی تمہید نے متاثر کیا، لیکن پورا مضمون پڑھ کر افسوس ہوا کہ عنوان اور تمہید تو اس قدر خوبصورت، لیکن اندر سے مضمون سراسر بریلوی مکتب فکر کی ترجمانی!!

آنے والی سطور میں ہم غیر جانب دارانہ طریق سے دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے نزاع اور صاحب مضمون کی بریلوی مکتب فکر کی ترجمانی کا جائزہ لیں گے!!

''دیوبندی بریلوی مناقشہ: بحث مباحثہ سے مناظرہ تک'' پر ایک نظر

بعض حضرات اور شاید صاحب مضمون بھی ناواقفیت کی وجہ سے خیال کرتے ہیں کہ مروّجہ میلاد شریف، عرس، قیام، قوالی، فاتحہ، نذر ونیاز وغیرہ یا دسواں، بیسواں، چالیسواں اور برسی وغیرہ کے بدعت یا غیر بدعت ہونے میں دیوبندی مکتب فکر اور بریلوی مکتب فکر کے علماء میں جو اختلاف ہے، یہی ان دونوں مکاتب فکر کے اختلاف کی بنیاد ہے، لیکن ایسا سمجھنا درست نہیں ہے، کیونکہ ان مسائل میں اختلاف کا تذکرہ اس وقت سے ہے، جب بریلوی یا دیوبندی لفظ کسی خاص مسلک کا ترجمان بنا تھا نہ عام لوگ ان ناموں سے آشنا تھے، شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مائۃ المسائل'' میں مندرجہ بالا مسائل کی تفصیل موجود ہے، جو دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر کے مدارس کے قیام سے پہلے کی کتاب ہے، علاوہ ازیں ان مسائل کی یا ان جیسے دیگر مسائل کی حیثیت کسی بھی فریق کے ہاں ایسی نہیں ہے کہ ان کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کسی مسلمان کو کافر اور خارج از اسلام کہا جاسکے۔

جہاں تک مضمون نگار نے مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی کے اختلاف کا ذکر کیا ہے تو مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا خیر آبادی کے درمیان مسئلہ امکانِ نظیر وغیرہ پر اختلاف تھا، یہ اختلاف خالصۃً علمی اختلاف تھا، دراصل شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں عمومِ قدرت باری تعالیٰ کے تحت یہ لکھا کہ ''اس شہنشاہ کی تو یہ

شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو لاکھوں، کروڑوں نبی ولی جن وفرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے''، اس پر مولانا فضل حق خیر آبادی نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی تمام صفاتِ کاملہ میں مثل اور نظیر محال ہے، یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اور مولانا فضل حق خیر آبادی کے درمیان اتنی بات متفق علیہ تھی کہ حضور ﷺ کا مثل نہ موجود ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اختلاف اس پر تھا کہ نظیر کیوں نہیں ہوسکتی؟ علامہ فضل حق خیر آبادی کے نزدیک ممتنع بالذات ہے اور مثل مذکور مستلزم کذب باری ہے جب کہ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

''اس مقام پر اس قدر ثابت کرنا مقصود ہے کہ مثل مذکور قدرتِ الٰہیہ کے تحت داخل ہے، مثل مذکور کا وقوع ثابت کرنا مقصود نہیں''، (رسالہ یک روزی ص ۱۳۸)

آگے لکھتے ہیں:

''ہاں البتہ مثل مذکور کے وقوع کا قول کرنا کذبِ باری کو جائز ماننا ہے، معاذ اللہ من ذالک، رہا مثل مذکور کے امکان کا قول کرنا پس وہ کذبِ باری کے امکان کو مستلزم نہیں'' (یک روزی ص ۱۴۴)

آپ دیکھ رہے ہیں ساری بحث امکان نظیر کی ہے وقوع یا اثبات نظیر کو مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی صحیح نہیں سمجھتے، رہی بات یہ کہ کیا مولانا شہید سے پہلے بھی کسی نے اس قسم کی مثال دی ہے تو اس ضمن میں تفسیر رازی سے امام رازی کا قول پیش کرتا ہوں، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت:

﴿ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا﴾ (سورۃ الفرقان، ۵۱) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے اس بات پر کے ہر بستی کے اندر ایک رسول ایک نذیر محمد (ﷺ) جیسا پیدا کر دے''۔

بتایئے کیا فرق ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''تقویۃ الایمان'' والی مثال میں؟؟؟؟

اس کے علاوہ ایک غیر جانب دار شہادت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے شاہ اسماعیل دہلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا (دیکھیں ''امیر

الروایات" روایت امیر شاہ خان عن مفتی عنایت اللہ مرحوم)

مولانا فضل حق خیر آبادی جب مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف تھے تو مولانا خیر آبادی کے شاگرد مولانا سراج الدین لکھنوی اس مسئلہ میں شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھے، اپنے استاد کے ساتھ نہ تھے، اس سے مولانا خیر آبادی کے اختلاف کا وزن آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے، مولانا سراج الدین نے اس مسئلہ میں مولانا خیر آبادی کے خلاف ایک رسالہ بھی لکھا، جس کا نام تھا "امکان نظیر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وامتناعہ" دیکھیے مورخ الہند مولانا عبدالحئی لکھنوی کی کتاب "نزہتہ الخواطر" (ج ۷)

اس کے علاوہ مولانا حیدر علی رام پوری جو کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید تھے نے بھی مولانا فضل حق خیر آبادی کے رد میں متعدد رسائل لکھے۔

مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بدلے موقف کی تائید مولانا فضل حق خیر آبادی کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے، مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مولانا عبدالحق خیر آبادی سے جو گفتگو ہوئی اسے ہم المیزان کے "احمد رضا نمبر" سے نقل کرتے ہیں:

"(مولانا عبدالحق خیر آبادی صاحب نے مولانا احمد رضا خان بریلوی سے) پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا تدریس وتصنیف اور افتاء۔ پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردّ وہابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا آپ بھی ردّ وہابیت کرتے ہیں، ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں مبتلا رہتا ہے" (المیزان، ص ۳۳۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں خیر آبادی حضرات کا وہ موقف نہ تھا جو بدایونیوں اور بریلی کے حضرات کا تھا اور وہ اس اختلاف کی شدّت کو محض خبط کے علاوہ اور کچھ نہ تصور کرتے تھے!!!!

مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مرحوم کی تحقیق میں مولانا خیر آبادی اور مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ میں جو بھی اختلاف تھا وہ محض اجتہادی تھا، ہدایت وضلالت کا اختلاف نہ تھا، پیر صاحب سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے یوں جواب دیا:

''اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت ﷺ کے متعلق اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیط کسی فریقین کی اسماعیلیہ وخیر آبادیہ میں سے شکر اللہ تعالیٰ سعیہم، راقم سطور دونوں کو ماجور وصواب جانتا ہے''۔ (فتاویٰ مہریہ ص ۱۱)

حکیم محمود احمد برکاتی صاحب جن کی تعریف بریلوی مکتب فکر کے مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے بھی کی ہے، (آپ فطری طور پر خیر آبادی خانوادہ سے گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور وقتاً فوقتاً اکابر خیر آبادی کی خدمات پر علمی اور تحقیقی کام کرتے ہیں) لکھتے ہیں:

''مگر اس کے باوجود انہوں نے (یعنی شاہ اسماعیل شہید نے) جہاد کیا اور خدا کی راہ میں جان دے دی، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان کے افکار امتناع نظیر، امکانِ کذب، شفاعت وغیرہ متعددہ سے ہمیں اختلاف ہے، ہمارے بزرگوں نے انہیں بروقت ٹوکا اور برحق ٹوکا، مگر مجاہد وشہید ہونے سے انکار کی جرأت ہم میں نہیں ہے دل کانپتا ہے''۔ (مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت اور علوم ص ۲۸۱، ۲۸۲)۔

جہاں تک دیوبندی بریلوی اختلاف کو سمجھنے کے لیے صاحب مضمون نے مولانا قاسم نانوتوی مرحوم کی ''تحذیر الناس'' کا ذکر کیا ہے تو یہ اختلاف بھی دیوبندی بریلوی اختلاف کی بنیاد قرار نہیں دیا جاسکتا، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اثر ابن عباس ؓ کی تشریح وتوضیح کی، چونکہ اثر ٹھیک تھا تو ایسا مضمون ومفہوم بیان فرمایا کہ جس سے عقیدہ ختم نبوت بھی دلائل سے بیان ہوگیا اور روایت کا بھی صحیح مطلب بیان کر کے ردّ ہونے سے بچایا۔ دوسرا یہ کہ علماء کی آراء میں اختلاف ہوجانا کوئی عجیب بات نہیں ہے، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اثر ابن عباس ؓ کی تشریح وتوضیح میں اختلاف کے تادم زیست مولانا قاسم نانوتوی کے ساتھ اخوت ومحبت کے ساتھ پیش آتے رہے، جیسا کہ ''عمدۃ الرعایۃ'' کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ باقی مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کا اس اثر کے حوالے سے تقریباً اتفاق ہے اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی نے اثر ابن عباس ؓ کی تصحیح پر باقاعدہ ایک رسالہ ''زجر الناس علی انکار اثر ابن عباس ضی اللہ تعالیٰ عنہ'' لکھا اور اس روایت کے مضمون کو درست سمجھا۔ جب کہ بریلوی مکتب فکر کے ممتاز علماء محض ''اثر ابن عباس'' کے مضمون کو درست سمجھنے والے کو ختم نبوت کا منکر سمجھتے ہیں (دیکھیے عبارات اکابر کا تحقیقی

وتنقیدی جائزہ ص ۶۰)۔ باقی مولانا اشرف علی تھانوی کے کہنے کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ہندوستان کے اہلِ علم حضرات نے مولانا قاسم نانوتوی کے اس نقطہ سے دلائل کی بنیاد پر اعتراض کیا، مگر اس نقطہ کو بنیاد بنا کر اہلِ علم میں سے کسی نے تکفیر نہیں کی۔

انوارِ ساطعہ:

اسی طرح مضمون نگار نے ''انوارِ ساطعہ'' کو دیوبندی بریلوی اختلاف کے ضمن میں ذکر کیا ہے، ''انوارِ ساطعہ'' کے بارے میں بتاتا چلوں کہ انوارِ ساطعہ مولانا عبدالسمیع رامپوری نے ۱۳۰۲ھ (الشریعہ ویب سائٹ کے مضمون پر کتاب کا سنِ طباعت کتابت کی غلطی سے ۲۰۳۱ھ لکھا ہے) میں ''انوارِ ساطعہ در بیان مولود فاتحہ'' لکھی جس کے جواب میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۰۴ھ میں ''براہینِ قاطعہ علی ظلام انوارِ ساطعہ'' لکھی، صاحب مضمون نے انوار ساطعہ پر معاصرین علماء کی تقاریظ اور براہین قاطعہ پر کسی تقریظ کے نہ ہونے سے شاید یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ انوار ساطعہ میں موجود نظریات ومعمولات تو اہل السنۃ والجماعۃ کے مصدقہ ہیں، جب کہ براہین قاطعہ میں موجود عقائد ومعمولات خود ان علماء کے تراشیدہ ہیں، اوّل تو براہین قاطعہ تقاریظ کے لیے دیگر ہم عصر علماء کو پیش ہی نہیں کی گئی، دوم انوارِ ساطعہ میں جن مسائل کو اختلافی بتایا گیا ہے ہندوستان کے اکابر علماء اس پر اپنی رائے پہلے سے ہی دے چکے تھے، ذیل میں بریلوی دیوبندی مسلکی نسبتوں سے پہلے کے اکابر علماء کے معمولات وعقائد کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (سنہ ۹۷۱ھ/ سنہ ۱۰۳۴ھ):

''ہر گاہ ہر محدث بدعت است و ہر بدعت ضلالت، پس معنیٔ حسن در بدعت چہ بود''

ترجمہ: ''جب ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، پس بدعت میں حسن وخوبی کے کیا معنی؟؟''

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے، حق جو باطل کے پردوں میں مستور ہوگیا تھا آپ نے مجدّدانہ عزیمت سے اور مجاہدانہ جدّ وجہد سے اسے اصلی صورت اور اصلی شان میں دنیا کے سامنے رکھ دیا، عاجز کے نزدیک ان کا سب سے بڑا کارنامہ ''بدعتِ حسنہ'' کی

پردہ دری ہے، آپ سے اس دور میں کہ جب دیوبندی بریلوی مدارس قائم نہیں ہوئے تھے اور ''انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ'' اور ''براہین قاطعہ'' جیسی کتب بھی معرض وجود میں نہیں آئی تھیں، مولود خوانی سے متعلق پوچھا گیا کہ ''خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھنا اور نعت و منقبت کے قصائد (خوش الحانی کے ساتھ) پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے؟

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اس کا انتہائی بصیرت آمیز جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''میرے مخدوم! فقیر کے دل میں آتا ہے کہ جب تک اس دروازہ کو مطلق طور پر بند نہ کریں گے اس وقت تک بوالہوس باز نہیں آئیں گے، اگر تھوڑا سا بھی جائز کریں گے تو بہت تک پہنچ جائے گا، مشہور مقولہ ہے تھوڑا زیادہ کی طرف لے جاتا ہے۔''

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم، مکتوب نمبر ۷۲)

ملاحظہ فرمائیں کہ امام ربانی تو ایسی محفل میلاد کو جس میں قرآن خوانی اور نعت خوانی ہو کبھی جائز نہیں سمجھتے، بعینہٖ ایسے ہی مفہوم کا سوال جب علماء دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا تو آپ کا جواب بھی یہی تھا جو امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوب میں درج ہے کہ اس زمانہ میں ایسی مجلس مولود جس میں کوئی خلاف شرع امور نہ ہوں درست نہیں!!!!

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ہی ایک اور عظیم شخصیت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تھی، آپ نے عقائد اہل سنت اور معمولات اہلِ سنّت کو صحیح شکل میں رکھنے کے لیے جو کاوشیں کی وہ قابل تحسین ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ لکھتے ہیں ''باجماعت نفل ادا کرنا مکروہ ہے'' (ماثبت بالسنہ) حضرت شیخ جماعت کے ساتھ نوافل ادا کرنے کو مکروہ فرمارہے ہیں، جب کہ بریلوی مکتب فکر کے حضرات کے معمولات میں سے ہے کہ خصوصاً ۲۷ رمضان اور ۱۵ شعبان کی راتوں میں نوافل کی جماعت ہوتی ہے اور اسکے لیے باقاعدہ اعلانات کیے جاتے ہیں، اسی طرح نماز کے بعد مصافحہ کرنے کو حضرت شیخ بدعت کہتے ہیں (اشعۃ، ج ۴ ص ۲۴) اور حضرت شیخ قبروں پر قبوں کے جواز کے بھی قائل نہیں ہیں (شرح سفر السعادۃ ص ۳۴۹) اسی طرح میت کے کفن پر کچھ بھی

لکھنے کو ناجائز فرماتے تھے (مکتوبات شیخ: مکتوب نمبر ۶۴)۔ قارئین کرام! یہ وہ معمولات ہیں جو بریلوی مکتب فکر کے لوگوں میں بڑی شدّ ومد سے رائج ہیں اور ان کے خلاف کرنے والوں کو بریلوی مکتب فکر کے حضرات وہابی یا اہل سنت سے خارج قرار دیتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اسی ۸۰/سال بعد اور عالمگیر بادشاہ کی وفات سے چار سال پہلے امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نواح دہلی میں پیدا ہوئے، شرک و بدعات اور ہندوانہ چلن جو حضرت مجدّد، شیخ عبدالحق اور سلطان عالمگیرؒ کی جدوجہد سے مٹنے لگے تھے، سلطان عالمگیر کی وفات کے بعد پھر سر اٹھانے لگے، نام نہاد فقراء اور صوفیاء فقر کی بساط بچھا کر سادہ لوح مسلمانوں کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈالنے لگے، حجر پرستی کی جگہ قبر پرستی نے لے لی، ایک جگہ لکھتے ہیں "اور سب سے بڑی بدعت جو لوگوں نے اختراع کی وہ قبور کے بارے میں ہے اور ان قبروں کو انہوں نے عید بنا رکھا ہے" (تفہیمات الہیہ ج ۲ ص ۶۴) ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"جو اجمیر میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی یا سالار مسعود غازی کے مزار پر اس لیے گیا کہ وہاں اپنے لیے دعا کرے گا اور وہاں ضرور دعا قبول ہوگی تو اس نے بڑا گناہ کیا اور یہ ایسے ہے جیسے کوئی بتوں کو پوجے یا لات وعزیٰ کو پکارے"، (ایضاً ص ۴۵)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی ایسے لوگ پورے پھیلاؤ کے ساتھ موجود تھے، جس طرح کے نظریات کے حامل لوگ شہرِ خرافات میں آج موجود ہیں۔

علم غیب کے متعلق لکھتے ہیں:

"پھر جان لیجیے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جلّ مجدہٗ کی صفات کی نفی کی جائے، جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی کمی ہرگز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی"، (ایضاً ص ۲۴)

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے اور جانشین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''شرک وکفر کی باتوں میں سے ہے کہ ائمہ و اولیاء کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا، انبیاء علیہم السلام کے لیے لوازمِ الوہیت جیسے علمِ غیب کا عقیدہ رکھنا، ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا''۔ (تفسیر عزیزی ج ۱، ص ۵۲)

شاہ صاحب محدث دہلوی زیارات قبور کے لیے کوئی دن مقرر کرنے کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''زیاراتِ قبور کے لیے کوئی دن مقرر کرنا بدعت ہے'' (فتاویٰ عزیزی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (جنھیں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی بیہقی وقت کہتے تھے) لکھتے ہیں:

اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں سب حرام یا مکروہ (تحریمی) ہیں، (مالابدمنہ ص ۸۶)..... دسواں، چالیسواں، برسی کے متعلق وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میرے مرنے کے بعد دنیوی رسمیں مثلاً دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں'' (مالابدّ منہ ص ۱۶۱)

شاہ محمد اسحاق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''میت کے دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان مکروہ ہے، اس لیے کہ احادیث سے اس کا ہونا معلوم نہیں ہوتا، (مائۃ المسائل، ص ۶۴)۔

قارئین کرام!

ملاحظہ فرمائیں کہ دیوبندی مکتب فکر کے علماء نے براہین قاطعہ میں کوئی نئے معمولات یا عقائد متعارف نہیں کروائے تھے، بلکہ وہی عقائد و معمولات جو ہندوستان میں سلف وخلف سے چلتے آرہے تھے بیان کیے!!!!

ہندوستان کے اکابر علماء کے معمولات وعقائد سے کس نے اختلاف کیا؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تجدیدی فکر اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشینوں کی علمی سوچ سے سب سے پہلے مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ، ۱۲۸۹ھ) نے اختلاف کیا، انگریز دور میں سرکار کے ملازم تھے، مشہور مؤرخ پروفیسر ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی فضل رسول بدایونی حکومت انگریزی کی ملازمت میں اوّل مفتی عدالت اور پھر کلکٹر میں رشتہ دار رہے''۔ (تذکرہ علماء ہند ص ۳۸۲، ۳۸۱))

مولانا فضل رسول بدایونی کی اکثر تصانیف انگریز ملازمین کی اعانت سے چھپتی تھیں، پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''مولوی فضل رسول بدایونی کی تصانیف کی طباعت کے سلسلہ میں ایک بات خاص طور پر نوٹ کی کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئیں''۔ (جنگ آزادی 1857ء ص ۶۳)۔

مولانا پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے اقتدار علمی پر حملہ کیا، حضرت شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تو ایک طرف آپ نے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار ونظریات سے بھی اختلاف کیا، مشہور غیر مقلد مؤرخ محمد اسحاق بھٹی صاحب نے جو مولانا کے متعلق لکھا ہے وہ کافی حد تک درست لکھا ہے اور مولانا فضل رسول بدایونی کی کتب اس پر صادق آتی ہیں، لکھتے ہیں:

''مولانا فضل رسول بدایونی بہت بڑے فقیہ اور مجادلہ ومناظرہ میں مشہور تھے، اپنے مسلک اور نقطۂ نظر میں سخت متعصّب تھے، علماء سے مخاصمت اور بحث وجدل میں تیز تھے، مولانا اسماعیل شہید کی تکفیر کرتے تھے اور انہوں نے جو بدعات ورسومات کی تردید کی ہے اسے غلط قرار دیتے تھے، بعض مسائل کی وضاحت کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی ہدف تنقید بنا لیتے اور اس ضمن میں بہت آگے نکل جاتے''۔ (فقہائے پاک وہند تیرہویں صدی ہجری جلد سوم)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ''بوارق محمدیہ'' میں لکھتے ہیں:

''شاہ ولی اللہ دہلوی کی ان کتابوں پر مطلع ہوئے تو ان کی (یعنی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) کی کتابوں کلمات فرقہ ظاہریوں (وہابی، نجدیوں) نے بہت دخل پایا، اگرچہ دوسری جگہ اس کے خلاف بھی پایا جاتا ہی''، (شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ ص ۶۰)۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے خلاف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد مولانا سراج احمد سہسوانی نے رسالہ ''سراج الایمان'' لکھا۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی امام ربانی مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کوئی مجدّدی ان کے قول (یعنی مجدد الف ثانی کے قول) سے استدلال کرے تو وہ جانے، ہم تو ایسے شخص کے غلام ہیں جس نے جو بتایا وحی سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ ۳ ص ۷۰)

مفتی احمد یار خان نعیمی بریلوی مکتب فکر میں جنہیں حکیم الامت جانا جاتا ہے، لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب و قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بیشک بزرگ ہستیاں ہیں، لیکن یہ حضرات مجتہد نہیں تا کہ کراہت تحریمی و حرمت فقط ان کے قول سے ثابت ہو، اس کے لیے مستقل دلیل شرعی کی ضرورت ہے''۔ (جاء الحق ص ۲۹۴)

مولانا محمد عمر اچھروی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے شاگرد مولانا محمد حسین صاحب کے ہاں زیر تعلیم رہے، تذکرہ اکابر اہل سنت میں مؤلف مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب (جن کے بارے میں بریلوی مکتب فکر کے مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی منیب الرحمان صاحب چیئرمین رویت ہلال کمیٹی لکھتے ہیں کہ بریلوی مسلک میں یہ حجت و سند کا درجہ رکھتے ہیں) انہیں اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں، مولانا عمر اچھروی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جب (حرمین شریفین سے) واپس پہنچے تو حالت دگرگوں ہو چکی تھی اور اپنے والد ماجد کا عطیہ ولایت بھی کھو بیٹھے تھے حتی کہ والد ماجد کے سلجھے ہوئے مریدین نے جب ہتک آمیز کلمات بزرگوں کی شان میں سنے تو دستِ افسوس ملتے ملتے علاحدہ ہو گئے، محمد بن عبدالوہاب کے عقیدہ کی چند کتابیں بلاغ المبین وغیرہ انبیاء و اولیاء کی توہین میں شائع

کیں..... دہلی میں شور برپا ہوگیا شاہ ولی اللہ وہابی ہو چکا ہے، چنانچہ حیات طیبہ کے صفحہ (۱۲) پر درج ہے کہ تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر فتویٰ کفر صادر کئے تو شاہ صاحب کا جدّی وعلمی وقار ہباءً منثوراً ہوگیا"۔ (مقیاسِ حنفیت ص ۵۷۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان دو حضرات نے ابھی اپنے دادا کے حنفی مذہب کو پسند فرمایا، لیکن آبی اثر ضرور ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ شاہ ولی اللہ صاحب کا معمولی سا رنگ چڑھا"۔ (ایضاً ص ۵۷۷)

قریب قریب یہی کچھ مولانا شاہ تراب الحق قادری صاحب کے اہتمام سے لکھی جانے والی کتاب "مکمل تاریخ وہابیہ" ص ۷۲ تا ۷۹ پر بھی درج ہے، ممبئی سے المیزان کا احمد رضا نمبر چھپا تھا، جس میں مولانا سید عبدالکریم علی ہاشمی یوں رقم طراز ہیں:

"اس مذہب کے آخری امام ابن عبدالوہاب جس نے یہ طریقہ اپنے شیخ طریقت شیخ محمد حیات سندھی سے لیا ہے اور اس نے مدینے کے (۲۷) استادوں سے لیا ہے، شیخ احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ان ہی محدثین میں سے پانچ اصحابِ حدیث سے حدیثِ سند حاصل کی ہے، چنانچہ سب سے پہلے آپ مدینہ سے وہابی مذہب ہندوستان لے کر آئے"۔ (المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص ۶۱۰)

مولوی غلام مہر علی چشتیاں مؤلف "دیوبندی مذہب" لکھتے ہیں:

"شاہ ولی اللہ نے ہگا، شاہ عبدالعزیز نے اس پر مٹی ڈالی، مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا"۔ (عصمۃ النبی ص ۷، ۸)

اس پورے پس منظر سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ ہندوستان میں دیوبندی مکتب فکر سے پہلے کے علماء و اکابر سے عقائد و معمولات میں اختلاف کرنے والے حضرات بریلوی مکتب فکر سے ہیں، اختلاف کا جو تخم مولانا فضل رسول بدایونی نے بویا تھا وہ احمد رضا خان، مفتی احمد یار نعیمی، مولانا عمر اچھروی، شاہ تراب الحق قادری اور مولانا غلام مہر علی چشتی کی صورت میں تناور درخت بن چکا ہے، مولانا شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی کا اختلاف تو بعد کی بات ہے۔

مقرّظینِ انوارِ ساطعہ:

اب آتے ہیں انوار ساطعہ پر تقاریظ لکھنے والے علماء کی طرف تو انوار ساطعہ پر تقاریظ لکھنے والے علماء باوجود بعض معمولات میں اجتہادی وفکری رائے کے اختلاف کے دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی تکفیر وتفسیق نہیں کرتے تھے، بلکہ باہمی عقیدت واحترام کے ساتھ تعلقات قائم تھے، بلکہ بعض نے تو مولانا احمد رضا خان کی تکفیری کاوشوں کی حوصلہ شکنی کی، بعض علماء نے انوار ساطعہ کی بعض جزئیات سے اپنی کتب میں اختلاف بھی کیا، ذیل میں اس ضمن میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

۱۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو مولانا عبد السمیع رامپوری کے پیر ومرشد ہیں ''ضیاء القلوب'' میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''جو شخص مجھ سے عقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلّمہٗ سے اور مولوی محمد قاسم صاحب سلّمہٗ کو میری جگہ، بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگرچہ ظاہر میں معاملہ اس کے برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر ہوں اور وہ میری جگہ پر اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے ایسے لوگ زمانے میں نہیں پائے جاتے اور ان کی برکت خدمت سے فیض حاصل کرے''۔ (ضیاء القلوب ص ۷۲)

۲۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ آپ علمائے دیوبند اور بانیان ندوۃ العلماء کو آخری زندگی تک مسلمان اور اہل السنت والجماعت سمجھتے تھے، آپ کے تلامذہ میں مولانا عبد الحق حقّانی صاحب تفسیر حقّانی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جیسی برگزیدہ ہستیاں شامل ہیں، مولانا کے بارے میں احمد رضا خان اور ان کے ہمنواؤں نے یہ تاثر دیا کہ مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ بھی ندوۃ العلماء کے خلاف ہیں اور انہوں نے ندوہ کے خلاف فتویٰ پر دستخط کیے ہیں، جس کی بعد میں مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ نے تردید کی، مولانا احمد رضا خان کو مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ نے ایک مفصل خط تحریر کیا، جس میں مولانا احمد رضا خان کو شغل تکفیر سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

''ذرا غور فرمائیے! ہماری سختی اور تشدّد نے ہمارے اہل سنت والجماعت کو اور بالخصوص احناف کو کیسے سخت صدمہ پہنچایا ہے..... افسوس صد افسوس! ہمیں اپنے پاک مذہب کی ذلّت پر ذرا نظر نہیں ہوتی، مولانا (احمد رضا خان بریلوی) ذرا خدا کے لیے غور

کیجیے اور دشمنانِ دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجیے"

اس مراسلت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، بلکہ مخالفت کی آنچ تیز ہوگئی، ندوۃ العلماء کے لیے ندوۃ الجہلاء کا لفظ وضع کیا گیا..... ندوہ کے بعض علماء کی تکفیر بھی کی گئی، اس جنگ میں مولانا احمد رضا خان، مولانا عبد القادر بدایونی اور مولانا نذیر احمد خان رامپوری شامل تھے"۔ (دیکھیے: سیرت مولانا سیّد محمد علی مونگیریؒ ص ۱۷۱، ۱۷۲)

۳۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری صاحب کے بارے میں تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور مؤلف پیرزادہ اقبال احمد فاروقی میں ہے مولانا نے عنوان باندھا ہے:

"مولانا قاسم سے دل لگی:

مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری دونوں میں گو نہ ایسے تعلقات تھے کہ باہم مزاح وظرافت کی گفتگو کبھی کبھی ہو جایا کرتی تھی"۔ (ص ۱۸۵)

آگے اس ضمن میں ایک واقعہ بیان کیا ہے، الغرض یہ کہ اختلاف کی شدت اس طرز کی نہیں تھی کہ جس طرز کی بنیاد مولانا احمد رضا خان نے ڈالی، تفصیل آگے آرہی ہے۔

۴۔ مفتی ارشاد حسین رام پوری صاحب سے کسی نے سوال کیا کہ "انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے کرام کو سوائے قبر کے حاضر و ناظر جان کر پکارنا بطور استمداد یا بایں نظر کہ وہ سنتے ہیں جس جگہ ان کو پکارے جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا:

" حاظر اور ناظر اور ہر جگہ ہر وقت سننے والا جان کر کسی کو سوا اللہ تعالیٰ کے پکارنا جائز نہیں" (فتاویٰ ارشادیہ ص ۱۶۷)

معلوم ہوا کہ بعض معمولات میں فکری ورائے کے اختلاف کے باوجود اعتقادی اختلاف نہ تھا۔

تقدیس الوکیل پر ایک نظر:

صاحب مضمون نے جس دوسری کتاب کا ذکر کیا ہے اور جس کے پڑھنے کی قارئین کو تلقین کی ہے وہ ہے "تقدیس الوکیل" کتاب کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل اس کے پس منظر کا جاننا اشد ضروری ہے۔

بہاولپور میں نواب آف بہاولپور نے جامعہ عباسیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کر رکھا تھا، نواب صاحب آف بہاولپور خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف والے کے مرید تھے، نواب صاحب نے

خواجہ صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ صدر مدرس دیوبند سے منگوائیں، یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ علمی حلقوں میں آج کی طرح اُس وقت بھی دیوبند ہی کا نام چلتا تھا، چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ شارح ابو داؤد جامعہ عباسیہ تشریف لائے، آپ کے یہاں آنے سے علمی زندگی میں بہار آگئی، علاقہ کے بعض علماء حسد کی آگ میں جلنے لگے اور نواب صاحب آف بہاولپور کو اس پہلو سے بدگمان کیا کہ آپ کی علمائے دیوبند سے وابستگی آپ کو انگریز حکومت کے ہاں مشکوک بنادے گی اور ہمارے سیاسی وسماجی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے، آپ ان سے ہر طریق سے بچیں۔

مولانا غلام دستگیر قصوری کے ایک شاگرد مولانا زمان شاہ ہمدانی بہاولپور رہتے تھے، آپ مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے بھی شاگرد تھے اور ان سے اکتسابِ علم کیا تھا، مولانا غلام دستگیر قصوری جب کبھی بہاولپور جاتے تو مولانا سید زمان شاہ کے ہاں قیام فرماتے، سو ان کی ذات اس جہت سے مجمع البحرین بنی ہوئی تھی، تاہم یہ صحیح ہے کہ آپ پر ریاست کے سیاسی تقاضوں کا خاصہ اثر تھا، ریاست میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ایک طوفان اٹھا اور ہر طرح سے کوشش کی گئی کہ جس طرح بن پڑے مولانا یہاں سے ہندوستان واپس چلے جائیں، بات چلتے چلتے مناظرہ تک پہنچی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے اجازت بھی لے لی۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی سرپرستی میں مناظرہ شروع ہوا، مولانا غلام دستگیر صاحب خود مناظر نہ بنے، آپ نے اپنی طرف سے تلیری (ضلع مظفر گڑھ) کے مولانا سلطان محمود صاحب کو کھڑا کیا۔

امکانِ کذب کا موضوع زیر بحث آیا، مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے عقیدہ سے ذات باری تعالی کی توہین لازم آتی ہے۔

علماء تو جانتے ہیں کہ لزوم اور التزام میں کیا فرق ہے، کسی عبارت سے کسی عبارت کا لازم آنا اور بات ہے اور قائل کی طرف سے اس معنیٰ کا التزام امرِ دیگر ہے، جب تک قائل اس جہت کا التزام نہ کرے اس کا عقیدہ نہیں کہا جاسکتا، بہر حال مولانا غلام دستگیر صاحب اس لزوم کے مدّعی قرار پائے اور مولانا سلطان محمود مناظر قرار پائے۔

مناظرہ کے بعد کس کا پلّہ بھاری رہا اور کس کا کمزور؟ یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں، یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ حق ہمیشہ غالب آتا ہے اور باطل غلبہ نہیں پاسکتا، مناظرہ کے بعد خواجہ غلام فرید صاحب کا

مولانا خلیل احمد صاحب کو اپنے ساتھ لے جانا اور اپنی مہمانی میں رکھنا اور نواب صاحب کا انہیں بصد عزّت واحترام واپس بھیجنا، اصل صورتِ حال کی خبر دے رہا ہے، خواجہ غلام فرید نے مولانا سہارنپوری کی کتاب ''ہدایۃ رشید'' پر جو تقریظ لکھی ہے، اس سے بھی مولانا خلیل احمد صاحب سے خواجہ صاحب کی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔

مناظرہ کی فتح شکست کی اصل صورتِ حال کا اندازہ مولانا سیّد زمان شاہ ہمدانی (جو مولانا غلام دستگیر قصوری کے بھی شاگرد تھے) کے ایک خط سے ہوتا ہے، یہ خط فارسی میں ہے اور تین پائی (ایک پیسہ) کے پوسٹ کارڈ (جس پر ملکہ وکٹوریہ کی تصویر والی ٹکٹ ہے) پر لکھا ہوا ہے، یہ قصور کے حضرت مولانا سیّد محمّد عبدالحق شاہ صاحب کے نام ہے، موصوف مولانا سیّد زمان شاہ ہمدانی کے بہنوئی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی، مولانا سیّد عبدالحق صاحب مولانا غلام دستگیر صاحب کے شاگرد بھی تھے اور اس مناظرہ کی اصل صحیح صورت حال جاننا چاہتے تھے، یہاں خط کا ترجمہ ہدیہ قائین کیا جاتا ہے:

ترجمہ: ''وہ جو آپ نے انجامِ مباحثہ کی اصل حقیقت کے بارے میں پوچھا ہے زمانے کی دگرگونی کے باعث میرے لیے یہ تکلیف مالایطاق ہے، تاہم جناب کے حکم کو مقدّم سمجھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ عالمانِ باانصاف کی نظر میں سہارنپوری مولوی کا غلبہ تامّہ رہا اور کسی قسم کی ان میں کمزوری نہ رہی، بلکہ یہ بات ممکنات میں سے نہ رہی کہ دوسرا فریق غالب آسکے، مگر چونکہ یہاں کے کچھ لوگوں کو مولانا سہارنپوری سے ذاتی عداوت ہوگئی ہے، اس لیے وہ مولانا کو ناحق اور بے موجب شکست کا الزام دینے لگے اور آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہوئے، لیکن الحق یعلو و لایعلی کے مطابق دشمنوں کے بُرے ارادے پورے نہ ہونے پائے اور اللہ عزّاسمہٗ نے مولانا سہارنپوری کو حفظ وشان اور عافیت سے وطن واپس پہنچایا، اس تحریر کو قسم اور حلف سے مؤکّد تصور کریں اور ساری بات کو مولانا غلام دستگیر صاحب سے پوری طرح مخفی رکھیں اور اس سلسلہ میں تاکید مزید عرض ہے اور خبر دینے والے تمام لوگوں سے اسے چھپائے رکھیں، بلکہ پڑھنے کے بعد اسے پھاڑ دیں۔

تحظ سید محمد زمان شاہ

یہ اصلی خط حضرت مولانا سیّد مبارک علی شاہ ہمدانی کے پاس محفوظ تھا، جو آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد طیب ہمدانی نے مکّہ مکرمہ میں شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو دیا۔

مولانا غلام دستگیر قصوری نے مناظرہ بہاولپور کے بعد" تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل" کے نام سے ایک کتاب لکھی، اس میں آپ کا زور کلام لزوم سے آگے نہیں چلتا، التزام تو ایک بڑی بات ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ "فتاویٰ رشیدیہ" میں موجود ہے، جو اس بیجا الزام کی کھلے بندوں تردید کر رہا ہے۔

(مطالعہ بریلویت ج ۳، از علامہ خالد محمود صاحبؒ)

تقدیس الوکیل کی کارروائی خانہ ساز تھی، اس کا اندازہ" تذکرۃ الخلیل" ص (۱۴۵) کی اس روایت سے بھی بخوبی لگایا جا سکتا ہے:

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بلفظہٖ مناظرہ جس طرح تحریر ہوا تھا اس لیے ہم نہیں لکھ سکے کہ جو مناظرہ مولوی عبدالمالک صاحب لکھتے تھے ہم نے اس کی نقل لینے کی درخواست بخدمت جناب میر ابراہیم علی صاحب، جناب سیّد غلام مرتضیٰ شاہ صاحب کی تھی اور انہوں نے ہم کو اس کی نقل کی اجازت دے دی تھی اور وہ کاغذات سرکاری طور پر بتوسط جناب مرزا جنڈوڈہ خان صاحب، جناب میاں صاحب کی خدمت میں محفوظ رکھے تھے اور جناب سیّد غلام مرتضیٰ شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ کل صبح کو کسی کو بھیج دینا نقل کر کے لے جائے گا، دوسرے روز مولانا خود مع چند طلبہ دولت خانہ بخدمت جناب شاہ صاحب گئے اور نقل کے لیے کہا، جناب شاہ صاحب نے براہ مہربانی اسی وقت آدمی کو بھیج کر میاں صاحب کے ایک خلیفہ کو بلایا اور کاغذات مناظرہ کے لانے کے واسطے حکم کیا، چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر یہ جواب لایا کہ جناب میاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کاغذات نہیں ہیں، خلیل احمد کا آدمی لکھتا تھا، اسی کے پاس ہوں گے، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا واقعی میاں یہ میاں صاحب کا ہی جواب ہے، بلکہ کچھ عجیب نہیں یہ بیچ میں حضرت غلام دستگیر ہی کی کاروائی ہے.....الخ"۔

مناظرہ کی بلفظہ تحریر نہ دینے میں خدا جانے کونسے عوامل کارفرما تھے؟ لیکن اگر اس مناظرہ کی بلفظہٖ تحریر فریقین کو مل جاتی تو اس سے فریقین کے موقف کا بہتر طور پر اندازہ کیا جاسکتا تھا۔

خواجہ غلام فرید (جن کی سرپرستی میں مناظرہ ہوا تھا) کا مناظرہ کے بعد بھی علماء دیوبند کے بارے میں عقیدت ومحبت قائم رکھنا ایک عام قاری کو ''تقدیس الوکیل'' کا مطالعہ ضرور الجھن میں ڈال دیتا ہے، خواجہ غلام فریدؒ کی دیوبندی مکتب فکر کے علماء سے محبت وعقیدت کے حوالے سے ان کے ملفوظات ''اشاراتِ فریدی'' کا مطالعہ اس ضمن میں کافی مفید رہے گا، ایک حوالہ اس ضمن میں پیش کیے دیتا ہوں، اشاراتِ فریدی کے مقدمہ میں یوں لکھا ہے:

''تمام اکابر دیوبند میں سے مولانا رشید احمد گنگوہی زیادہ سخت متّبع تھے، آپ کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی کی ہجرت کے بعد ان کے تمام مریدین اور خلفاء ہندوستان میں سرپرست اور سربراہ مولانا رشید احمد گنگوہی مانے جاتے ہیں، آپ پر شریعت کے معاملہ میں سخت احتیاط کا پہلو غالب تھا''۔ (اشاراتِ فریدی ص ۱۷۳)

آگے ایک اور مقام پر خواجہ صاحب کے حوالے سے لکھا ہے:

مولانا رشید احمد گنگوہی بھی حاجی صاحب کے مرید اور خلیفہ اکبر ہیں، ان کے اور خلفاء بھی بہت ہیں، چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہم..... اگرچہ دارالعلوم کے بانی مبانی مولانا محمد قاسم نانوتوی مشہور ہیں، لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدّس سرہٗ کے حکم پر جاری ہوا۔ (اشارات فریدی ص ۳۵۲)

حاشیہ پر لکھا ہے:

حضرت خواجہ صاحب کے اس ملفوظہ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہلِ طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی حضرات ان کو غلط فہمی سے وہابی کہتے تھے۔ (ایضاً)

دیوبند مکتب فکر کے اکابرین علماء کی اپنے ہم عصر غیر دیوبندی علماء کے ساتھ محبت وعقیدت کے حوالے سے ''علماء دیوبند معاصرین کی نظر میں'' اور شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور کی کتاب ''اکابرین علماء دیوبند کیا تھے'' کا مطالعہ کافی مفید رہے گا۔

حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے جواب میں:

دیوبندی، بریلوی اختلاف کی اصل وجہ اگر دیکھی جائے تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا وہ تکفیری فتویٰ ہے، جو حسام الحرمین کے نام سے چھپا، بریلوی مکتب فکر کے تمام بڑے علماء دیوبندی بریلوی اختلاف کو حسام الحرمین میں درج علماء دیوبند کی عبارات ہی کو گردانتے ہیں، صاحب مضمون کو بھی اقرار ہے کہ طرفین کے علماء (دیوبندی و بریلی) کا اختلاف اور اس میں انتہائی شدت حسام الحرمین کے منظر عام پر آنے کے بعد ہوئی۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انتہائی متشدّد تھے اور مخالفین کے بارے میں انتہائی سخت زبان استعمال کرتے تھے، چنانچہ مولانا نعیم الدّین مرادآبادی جو آپ کے شاگردِ خاص تھے اور انہوں نے ہی مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ ''کنزالایمان'' کا حاشیہ بھی لکھا، جو ''خزائن العرفان'' کے نام سے مشہور ہے، مولانا احمد رضا خان صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے:

> ''حضور! آپ کی کتابوں میں وہابیوں دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے عقائد باطلہ کا ردّ ایسے سخت الفاظ میں ہوا کرتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدّعی ہیں، وہ چند سطریں دیکھنے کے بعد ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں تو گالیاں بھری ہیں''۔

(سوانح امام احمد رضا ص ۱۳۱ بحوالہ فیضان اعلیٰ حضرت ص ۲۷۵)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے بارے میں ممتاز بریلوی علماء کی کتب پڑھیں تو ایک بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا مزاج حد درجہ اختلافی تھا، مفتی سیّد شجاعت علی قادری کی اس تصریح سے (جو حقائق شرح صحیح مسلم و دقائق تبیان القرآن میں ہے) اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس سے اختلاف نہ کیا، بلکہ اصل دقّت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو، اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی (ص ۱۷۰)۔ آگے ایک اور مقام پر ہے:

''مجدّد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے'' (ص ۱۷۳)

یہ حقیقت ہے کہ دیوبندی و بریلی اختلاف کی اصل بنیاد احمد رضا خان کی حسام الحرمین بنی، مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ایک معتقد و سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی سوانح اعلیٰ حضرت کے مقدّمہ میں لکھتے ہیں:

''۱۲۹۷ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خان نے قلم اٹھایا، کثرت سے کتابیں لکھیں، فتوے صادر کیے، حرمین شریفین کے سفر میں مشاہیر علماء حرمین سے علماء دیوبند کے خلاف تصدیقات حاصل کیں، جن کو حسام الحرمین کے نام سے کتابی صورت میں شائع کیا، مولانا احمد رضا خان بریلوی پچاس سال مسلسل اسی جدوجہد میں منہمک رہے، یہاں تک کے مستقل دو مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی۔ دونوں جماعتوں علماء اور عوام کے درمیان تحائف وتصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے''۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۸)

ایک غیر جانبدار شخص جب اس عبارت کو پڑھتا ہے تو یہ ضرور سوچتا ہے کہ تفریق بین المسلمین آخر اتنا بڑا کارنامہ کیوں تھا کہ اس پر زندگی کے پچاس سال لگا دیے جائیں؟؟ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۱۹۰۲ء میں پہلی بار اپنی کتاب ''المعتمد المستند'' شائع کی، جس میں پہلی دفعہ علماء دیوبند کی تکفیر کی، علماء دیوبند جن میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارات کو ہدفِ تنقید بنا کر تکفیر کی گئی۔ رسالہ چونکہ عربی میں تھا تو عوامی سطح پر اسے زیادہ پذیرائی نہ مل سکی، علماء دیوبند کی طرف سے بھی اس کو اہمیت نہ دی گئی، کیونکہ اس سے پہلے مولانا احمد رضا خان بریلوی ندوۃ العلماء کے خلاف بھی کافی کچھ سخت لکھ چکے تھے، جیسا کہ ما قبل میں سیرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے حوالہ سے لکھا جا چکا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ندوہ کے بعض علماء کی تکفیر بھی کی تھی، علماء دیوبند نے اس تکفیری مہم کو اسی کے قبیل سے سمجھا، تاہم بعض علماء نے اس کا جواب دینا شروع کیا اور وعظ و تقاریر میں علی الاعلان کہا جانے لگا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا ہم پر بہتان و افتراء ہے ہمارے عقیدے ہرگز ایسے نہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ۱۹۰۵ء میں ایک منظم فتویٰ مرتب کیا، جن میں علماء دیوبند

کی بعض نامکمل و ادھوری عبارتوں کو نقل کر کے حجاز مقدس کا سفر کیا، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء و مفتیان کرام سے مولانا احمد رضا خان بریلوی نے کہا کہ ''ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آگیا ہے، مسلمانوں میں سے ہی بعض ایسے کافرانہ عقائد رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں، جن کا عام مسلمانوں پر اثر پڑ رہا ہے، ہم غرباء اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں، مگر اس میں ہم کو آپ کی مدد کی ضرورت ہے، کیونکہ آپ حضرات مکہ و مدینہ کے رہنے والے ہیں تو دینی رہنمائی میں ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس فتویٰ پر آپ کی مہریں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر و بد دینی کے سیلاب سے روک سکتی ہیں، وگرنہ یہ فتنہ اتنا شدید ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے، المدد! المدد! اے لشکر محمدی کے شہسوارو! (ملخصا حسام الحرمین تمہید)۔ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اس فتویٰ پر علماء حرمین کے دستخطوں اور مہروں پر مشروط تھی۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تمہید میں فرقہ مرزائیہ وغیرہ کا ذکر بھی کیا، جس سے عام تاثر یہ ملا کہ یہ فرقہ اسماعیلہ (شاہ اسمٰعیل دیلوی کی طرف منسوب) اور فرقہ قاسمیہ (مولانا قاسم نانوتوی کی طرف منسوب) وغیرہ جدید فرقہ بمثل مرزائیہ کے ہیں، چونکہ ان دنوں مرزائی فتنہ بامِ عروج پر تھا۔

مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے بہت سے نیک دل علماء نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی ان باتوں کو واقعہ کے مطابق سمجھا اور اس فتویٰ پر تصدیقیں لکھ دیں، بعض علماء نے احتیاط فرمائی اور اپنی بات مشروط کر دی کہ اگر واقعی ان علماء کی طرف جو عقائد منسوب کیے ہیں اور ان میں ہیں تو یہ علماء کافر ہیں، مولانا احمد رضا خان بریلوی نے مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار ختم نبوت اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر تکذیب ربّ العزّت اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر تنقیص و اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا الزام لگا کر تکفیر کی۔

ہندوستان میں ایک شور برپا ہو گیا کہ ہندوستان کے ان علماء کرام کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء و مفتیان کرام نے بھی کفر کا فتویٰ دیا ہے اور جو ان کے کفر میں شک کرے گا وہ بھی کافر، علماء حرمین کی تصدیقات نے ہندوستان کے سادہ لوح مسلمانوں کو بھی اس فتوے سے متاثر کیا، اب جب علماء دیوبند نے دیکھا کہ سادہ لوح مسلمان حرمین کے علماء کے نام سے متاثر ہو رہے ہیں تو ان

حضرات نے اصل حقیقت کا اظہار ضروری سمجھا، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بقیدِ حیات تھے، جب کہ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا چکے تھے، ان دو حضرات نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دے کر اپنی طرف منسوب کفریہ عقائد سے برأت ظاہر کی اور صاف لکھا کہ ''حسام الحرمین'' میں جو عقائد ہماری طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ محض افتراء ہے، ان بزرگوں کے یہ بیانات اس دور کے رسائل ''السحاب المدار اور قطع الوتین'' وغیرہ میں چھپ گئے تھے، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو ایک مستقل رسالہ ''بسط البنان'' شائع کیا، مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر انکارِ ختم نبوت کا الزام لگایا، ''تحذیر الناس'' کی عبارت جو تین مختلف مقامات سے لی گئی ان کو ایک مستقل عبارت بنایا، یہی نہیں بلکہ ان تین مختلف فقروں کی ترتیب بھی بدل دی یعنی تین فقرے (جن میں ایک فقرہ صفحہ (۳) کا، ایک فقرہ صفحہ (۱۴) کا اور ایک صفحہ (۲۸) کا تھا) کو ایسے کیا کہ صفحہ (۱۴) والے فقرے کو پہلے لکھا اور پھر صفحہ (۲۸) والے فقرے کو، پھر صفحہ نمبر (۳) والے فقرے کو سب سے آخر میں لکھا اور صفحات کا نمبر تو درکنار، فقروں کے درمیان امتیازی خط (ڈیش) تک نہ دیا گیا، جس سے پڑھنے والا یہی سمجھنے پر مجبور ہو کہ یہ ایک مستقل عبارت ہے۔ مولانا احمد رضا خان کی ترتیب بدلنے کا یہ اثر ہوا کہ ''تحذیر الناس'' کے تینوں فقرے جو اپنے مفہوم میں واضح تھے اور جن کو علاحدہ علاحدہ اپنی جگہ دیکھنے پر انکارِ ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہوتا تھا، اس طرح عبارات کی ترتیب بدلنے سے انکارِ ختم نبوت کا مفہوم معلوم ہونے لگا! تکفیر جیسے مسئلہ میں اس بے احتیاطی پر مولانا احمد رضا خان بریلوی کے متعلق ہرگز یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ان سے لاعلمی یا ناسمجھی کی وجہ سے ہوا، بلکہ مولا احمد رضا خان بریلوی نے دانستہ طور پر ایسا کیا، جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تکفیر کے مسئلہ پر شرعی احتیاط کو ہرگز ملحوظ نہیں رکھا۔ بہر حال! یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف کر دینے سے یا اس کی ترتیب الٹ دینے سے مضمون بدل جاتا ہے اور اس میں آسمان زمین کا فرق ہو جاتا ہے۔

مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحذیر الناس اور دیگر تصنیفات کا مطالعہ کریں تو مولانا احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعویٰ کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں باطل ہو جاتا ہے، یہاں ایک حوالہ پیر کرم شاہ الازہری کا پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں، جو انہوں نے ''تحذیر الناس میری نظر میں'' مولانا

نانوتوی کے متعلق لکھا ہے:

''یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے، کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا ختم نبوت زمانی کو ضروریاتِ دین سے یقین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے، انہوں نے اس بات کو صراحۃً ذکر کیا ہے کہ جو حضور ﷺ کے ختم نبوت زمانی کا منکر ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔

(تحذیر الناس میری نظر میں ص ۵۸)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر تکذیب ربّ العزّت کا الزام لگایا اور کہا کہ ان کا فتویٰ مع مہر خود مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، جس میں ہے کہ ایسا شخص جو خدا کو بالفعل جھوٹا مانے تو ایسے شخص کو کافر تو درکنار فاسق بھی نہ کہو، مولانا احمد رضا خان بریلوی نے حسام الحرمین میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے، اس کی کوئی اصل نہیں اور فتاویٰ رشیدیہ میں اس کے برعکس ہے، چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد رضا خان کے ایک عقیدت مند میاں جی عبدالرحمٰن کے ایک رسالہ میں اس فتوے کا ذکر دیکھا تو اسی وقت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گنگوہ عریضہ لکھا کہ مولانا اس مضمون کے فتوے کی نسبت کی جارہی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب آیا کہ:

''یہ سراسر افتراء اور بہتان ہے، بھلا میں ایسے کیسے لکھ سکتا ہوں؟''

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب کا ذکر مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعدد رسائل ''السحاب المدار'' اور ''تزکیۃ الخواطر'' وغیرہ میں کیا، جو مولانا احمد رضا خان صاحب کی زندگی میں ان تک پہنچائے گئے۔

ادھر جب حرمین کے علماء کو یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جن علماء کے کفر کی تصدیقیں کروائی ہیں، وہ حضرات اور ان کے متبعین ان عقائد سے برأت کا اظہار کر رہے ہیں اور مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اس ضمن میں غلط بیانی سے کام لیا ہے تو ایسی صورتِ حال میں عرب کے علماء نے دیوبند مکتب فکر کے علماء سے رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا، ان حضرات نے (۲۶) سوالات

مرتب کیے اور علمائے دیوبند سے ان کا جواب چاہا، یہ سب سوالات علماء دیوبند کے عقائد اور ان کے مسلک ومشرب کے متعلق تھے، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا مفصّل ومدلّل جواب تحریر فرمایا، جس پر اس دور کے جماعت دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر ومشاہیر نے تصدیقات لکھیں اور حرمین شریفین کے علماء اور ان کے علاوہ مصر وشام کے ممالک کے اہل فتاویٰ کے پاس وہ جواب بھیجا گیا، جس پر ان علماء نے تصدیق وتائید فرمائی کہ یہی عقیدے جو علماء دیوبند نے تحریر فرمائے ہیں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے ہیں اور ان میں کوئی عقیدہ بھی اہلِ سنّت کے خلاف نہیں، یہ سارے سوالات وجوابات اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک کے لگ بھگ (۴۶) علماء کی تصدیقات اسی زمانہ میں جب کہ حسام الحرمین کو شائع ہوئے کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے، ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' کے نام سے شائع ہوگئی تھیں، واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے متبعین ''حسام الحرمین'' میں موجود فتویٰ سے باز آتے، لیکن ایک غیر جانبدار شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آیا وہ کون سے عوامل کارفرما تھے کہ علماء دیوبند کی طرف سے اتنی صاف اور کھلی وضاحت آنے کے باوجود دوسری طرف سے تکفیری مہم میں بال برابر بھی فرق نہ آیا؟؟؟؟.....

مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی کی ''الصوارم الہندیہ'' کے جواب میں مولانا حشمت علی کی ہی تکفیری سرگرمیوں کے طفیل دیوبندی مکتب فکر کے مولانا عبدالرؤف جگن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک استفتاء ہندوستان بھر کے علماء کے سامنے پیش کیا گیا کہ مولانا حشمت علی پیلی بھیتی کے نزدیک مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ کافر ہیں تو جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا واقعی بقول مولانا حشمت علی پیلی بھیتی کے حضرات اکابر علماء دیوبند کافر ہیں؟ جواب میں ہندوستان بھر کے تمام بڑے بڑے دینی مراکز کے تقریباً (616) علماء نے علماء دیوبند کے بارے میں لکھا کہ علمائے دیوبند مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں، ان تمام علماء کے ناموں کی فہرست مولانا عبدالرؤف جگن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ''برأت الابرار عن مکائد الاشرار'' نامی کتاب میں شائع کی، جو کہ ۱۹۳۴ء میں طبع ہوئی۔

صاحب مضمون نے پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ معین الدّین اجمیری اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے متعلق یہ لکھا کہ یہ حضرات علماء دیوبند کی عبارات کو غلط، گستاخانہ اور کفریہ تو سمجھتے تھے، لیکن علماء دیوبند کو کافر کہنے سے زبان کو روکے رکھا تھا، افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس ضمن میں صاحب مضمون نے صحیح معنیٰ میں بریلوی ہونے کا حق ادا کیا ہے، کیونکہ ان حضرات کا موقف بالکل اس کے برعکس ہے جیسا کہ ان کی کتب اور ان کے شاگردوں کی کتب سے ان کے بارے میں معلوم ہوتا ہے، چنانچہ بریلوی مکتب فکر کے ممتاز علماء کے استاذ جناب مولانا عطاء محمد بندیالوی گولڑوی ''سیف العطاء'' نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی علماء دیوبند کی تکفیر نہیں کرتے تھے۔ مولا عبدالباری فرنگی محلّی لکھتے ہیں ''ہمارے اکابر نے اعیانِ دیوبند کی تکفیر نہیں کی، اس واسطے جو حقوق اہلِ اسلام کے ہیں ان سے ان کو کبھی محروم نہ رکھا، (الطاری الداری حصہ اول ص ۱۶)۔ جبکہ مولانا معین الدّین اجمیری مرحوم معمولات میں مولانا احمد رضا خان بریلوی سے حد درجہ اختلاف رکھتے تھے، اس کا اندازہ مولانا معین الدین اجمیری کی ''تجلیات انوار المعین'' کے مطالعہ سے بخوبی ہوتا ہے، یہ کتاب خاص مولانا احمد رضا خان بریلوی کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے، دوسری بات یہ کہ مولانا معین الدّین اجمیری کے سامنے جب علماء دیوبند کی تکفیر کا سوال آیا تو آپ نے علماء دیوبند کے متعلق فرمایا کہ''

یہ حضرات مسلمان اور مسلمانوں کے پیشوا ہیں'' (مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت اور علوم)

مذکورہ بالا مشائخ کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ حضرات علمائے دیوبند کی بعض عبارات کو گستاخانہ ہی مانتے تھے، لیکن تکفیر سے کفّ لسان کرتے تھے صاحب مضمون کی حد درجہ غلط بیانی ہے۔

ردّ بریلویت کی وجوہات اور پس منظر پر ایک نظر:

سارے پس منظر سے ایک بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی نے تکفیر جیسے مسئلہ پر جس شرعی احتیاط کو ملحوظ رکھنا تھا وہ نہ رکھا اور اپنی عمر کے پچاس سال ہندوستان کے احناف کو دو گروہوں میں تقسیم کرنے پر برباد کر دیے، صاحب مضمون نے دیوبندی مکتب فکر کے متعلق یہ لکھا کہ علماء دیوبند کی طرف سے کوئی فتویٰ عقائد میں یا معمولات میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کے خلاف نہیں شائع ہوا، اگر ہوا بھی تو فاضل بریلوی کی وفات کے ۲۵، ۳۰ سال بعد،

حالانکہ ایسا نہیں ہے دیوبند مکتب فکر کی طرف سے مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل ہی کا مطالعہ کرلیا جائے تو اس کذب کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہے، مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی زندگی میں ہی ''الشهاب الثاقب على المسترق الكاذب'' لکھی۔ مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد رسائل فاضل بریلوی کی حیات میں لکھے اور مناظروں کا چیلنج دیا، فاضل بریلوی کے اصرار پر کہ مناظرہ کے لیے مدّمقابل مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری کی بجائے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اگر تقریری مناظرہ کریں گے تو وہ مناظرہ کریں گے..... کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے معتدل مزاج شخصیت نے بریلوی دیوبندی قضیہ کے حل کے لیے مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اس رائے کو منظور کرلیا اور تقریری مناظرہ کے لیے رضامندی کی تحریر بھی دے دی، لیکن افسوس! مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مناظرہ سے پہلوتہی کی وجہ سے یہ مناظرہ منعقد نہ ہوسکا، اس پورے واقعہ کی روئیداد ''القاصمة الظهر فی بلند شهر'' نامی رسالہ میں اسی زمانہ میں چھپ گئی تھی۔

مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مضمون نگار نے یہ لکھا ہے کہ انہوں نے مقدّمہ بہاولپور میں بریلوی حضرات کے متعلق اپنے بیان میں لکھا کہ وہ کسی صورت بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے تو مولانا انور شاہ کشمیری کے اس بیان کا مقصد جو سمجھ میں آتا ہے وہ یہ تھا کہ بریلوی عوام کی وہ تکفیر نہیں کرتے، کیونکہ خاص علم غیب کے ردّ کے عنوان پر تو مولانا کا اپنا رسالہ ''سهم الغيب فی كبد اهل الريب'' موجود ہے۔ (یہ بھی یاد رہے کہ مقدّمہ بہاولپور میں شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی (خلیفہ مجاز جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے قادیانیوں کے مقابل علماء بریلویہ کی بجائے علماء دیوبند کے چوٹی کے علماء کو مدعو کیا جن میں علامہ انور شاہ کشمیری، مفتی محمّد شفیع اور مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری وغیرہ شامل تھے)۔

اس کے علاوہ بریلوی مکتب فکر کی کتب (جن میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کی وصیت جو کہ وصایا شریف کے نام سے چھپی تھی) میں مولانا حسنین رضا خان کی عبارت اور سیّد ایوب علی رضوی (سیّد ایوب علی رضوی بریلوی مولانا احمد رضا خان بریلوی کے خلفاء میں سے تھے) کی نغمۃ الروح کی بعض عبارات پر ہندوستان بھر سے (۳۹۰) کے لگ بھگ علماء نے کفر کا فتویٰ جاری کیا تھا، مولانا

عبدالرؤف جگن پوری صاحب نے ان ناموں کی فہرست ”خنجر ایمانی بر حلقوم رضاخانی“ کے نام سے شائع کی تھی، ہاں البتہ دیوبندی بریلوی نزاع کو ختم کرنے کی دوسری اور بڑی کاوش ۱۳۵۴ھ میں فاضل بریلوی کی وفات کے بعد مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی، مولانا منظور نعمانیؒ اور مولانا حشمت علی خان خلیفہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے درمیان عبارات کے موضوع پر لاہور میں مناظرہ ہونا طے پایا تھا، جس کے لیے علامہ اقبال، پروفیسر علّامہ اصغر علی روحی اور شیخ صادق حسن امرتسری حَکَم (جج) طے پائے تھے، افسوس! دیوبندی بریلوی نزاع کے خاتمے کی یہ کاوش بھی رائیگاں گئی، مکمل تفصیل مولانا منظور نعمانی کے رسالہ ”فیصلہ کن مناظرہ“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے)

پاکستان میں بریلوی مکتب فکر کی صحیح نمائندگی مفتی احمد یار خان نعیمی اور مولانا محمد عمر اچھروی نے کی، ان دو حضرات نے بریلوی مکتب فکر میں رائج باطل عقائد و معمولات اور خرافات کو دلائل سے مزین کیا، یہ کہنا بجا ہوگا کہ مفتی احمد یار نعیمی کی جاء الحق اور مولانا محمد عمر اچھروی کی مقیاسِ حنفیت نے بریلوی مذہب کو مدوّن کیا، مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ کتب ان دو کتب جاء الحق اور مقیاس حنفیت میں درج مسائل کو بنیاد بنا کر ہی لکھی گئی ہیں، اس سے ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ قیام پاکستان کے بعد ان دو حضرات کی کتب ہی دیوبندی بریلوی نزاع (جو تقسیم کے وقت کہیں دب چکا تھا) کو اجاگر کرنے کا باعث بنی، جواباً علمائے دیوبند کی طرف سے مولانا غلام اللہ خان اور مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں ردّعمل آنا فطری تھا۔

صاحب مضمون نے مولانا حسین علی واں بھچراں رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ لکھا کہ انہوں نے اور بعد میں ان کے شاگردوں نے پاکستان میں دیوبندی بریلوی اختلاف کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور یہ بھی کہ مولانا حسین علی واں بھچراں، پیر مہر علی شاہ جیسے صوفی مست بزرگ کو مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ مولانا حسین علی واں بھچراں اور پیر مہر علی شاہ کے درمیان علمی مسائل پر بحث کو دیوبندی بریلوی نزاع پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور مولانا غلام محمد گھوٹوی اس سارے واقعہ میں آپ کے ساتھ تھے اور مولانا حسین علی واں بھچراں سے بات کرنے کے لیے پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے آپ ہی کو منتخب کیا تھا، لیکن اس کے باوجود جب مولانا غلام محمد گھوٹوی سے علماء دیوبند کے اکابرِ اربعہ کے کفر و ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ (مولانا غلام محمد گھوٹوی) نے فرمایا کہ:

''یہ اکابر علماء دیوبند ہرگز کافر نہیں، بلکہ بڑے اولیاء اللہ ہیں'' (براۃ الابرار ص ۹۸)

پھر مقدمہ بہاولپور میں شہادت دینے کے لیے دیوبند کے فاضلین کا انتخاب بھی اس تاثر کو غلط ثابت کرتا ہے کہ خانقاہ گولڑہ شریف سے وابستہ حضرات کا علماء دیوبند سے اختلاف مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے متبعین کے طرز کا تھا، مولانا حسین علی واں بھچروی کے متعلق یہ کہنا کہ ''مماتی فکر آنجناب کی فکر کا شاخسانہ تھی'' قطعاً درست نہیں، جس کا جواب مولانا ہی کے شاگرد مولانا سرفراز خان صفدر نے تفصیلاً اپنی کتاب ''سماعِ موتیٰ'' میں دے دیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ پیر مہر علی شاہ صاب مرحوم علمِ غیب کے متعلق نظریہ میں علماء دیوبند کے ساتھ ہیں، اعلاء کلمۃ اللہ میں پیر صاحب لکھتے ہیں جس خبر کی نبی پاک ﷺ خبر دیتے ہیں وہ وحی، کشف، الہام کے ذریعہ سے دیتے ہیں اور یہ علمِ غیب نہیں، (مخلصاً)، دوسرا ایک جگہ مرزا قادیانی کے اس قول کی کہ قیامت سات ہزار سال سے پہلے نہیں آسکتی کا رد کرتے ہوئے ان نصوص کے منافی قرار دیا، جس میں کہ خود حضور ﷺ نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا، اب دیکھا جائے تو فاضل بریلوی اور اس کے متبعین کا عقیدہ یہی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کو وقوع قیامت کا کہ کب آئے گی اس کا بھی علم تھا۔

صاحب مضمون نے لکھا ہے کہ پاکستان میں فاضل بریلوی پر تحقیقی انداز میں سب سے پہلے ڈاکٹر مسعود نقشبندی اور حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے کام کیا، جب کہ ہم ماقبل میں یہ لکھ آئے ہیں کہ فاضل بریلوی کی فکری، نظریاتی اور اعتقادی سوچ کو پاکستان میں سے پہلے مولانا عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خان نعیمی کتابی شکل میں مدوّن کر چکے تھے اور اسی کے ردعمل کے طور پر مولانا سرفراز خان صفدر جیسی شخصیات نے ہندوستان کے اکابر علماء کی تعلیمات کے تحفظ کے لیے علمی انداز میں قلم اٹھایا، مولانا عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خان نعیمی کے متعلق ہم ماقبل میں لکھ چکے ہیں کہ ہندوستان کے اکابر علماء سے ان حضرات نے اختلاف کیا۔

پنجاب کے دیگر مشائخ کے موقف کا ہم اگر بغور جائزہ لیں تو پیر مہر علی شاہ مرحوم سمیت پنجاب کے بڑے علمی گھرانے خانقاہ سیال شریف سے منسلک تھے، مولانا ذاکر صاحب بانی جامعہ محمدی شریف جھنگ (جن کا تذکرہ خیر صاحب مضمون نے بھی کیا ہے)، خواجہ ضیاء الدین سیالوی

مرحوم (جو کہ خواجہ قمر الدین سیالوی کے والد تھے) کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب خواجہ صاحب دیوبند تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ ''یہاں آ کر میں نے اصلی حنفیت دیکھی ہے''، (ملاحظہ کیجیے ھوا معظم اور جامعہ محمّدی کا مجلّہ الجامعہ ستمبر ۱۹۔۔) ۔معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اصل حنفیت کے علمبردار دیوبندی مکتب فکر کے علماء تھے، خانقاہ سیال شریف کے ہی خواجہ قمر الدین سیالوی کا مولانا قاسم نانوتوی کے متعلق یہ کہنا کہ میں ان کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان مانتا ہوں (ملاحظہ کیجیے ڈھول کی آواز) اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ فاضل بریلوی کے فتویٰ حسام الحرمین کی خانقاہ سیال شریف والوں کے ہاں کتنی قدر و قیمت تھی!!!!

اس کے علاوہ خانقاہ شرقپور شریف، خانقاہ جلال پور شریف، خانقاہ سراجیاں وغیرہما کے مشایخ نے بھی احمد رضا خان بریلوی کی تکفیری مہم کا ساتھ نہ دیا، (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مطالعۂ بریلویت جلد ۱)

اس سارے پس منظر میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ دیوبندی معمولات و عقائد کو دیوبندی بریلوی نزاع سے پہلے اور بعد کے علماء کی تائید حاصل تھی اور پنجاب کے مشایخ کا بعض جزئیات میں علماء دیوبند سے اختلاف کے باوجود آپس میں باہمی محبت و پیار کا تعلق قائم تھا۔

عددی اکثریت:

بریلویت کا مدار مولانا احمد رضا خان بریلوی کی اصولی نسبت پر ہے، پس جو لوگ بعض معمولات میں بھلے مولانا احمد رضا خان کے ہمنوا ہوں، لیکن دوسرے فرقوں کو مسلمان جانتے ہوں تو ایسے لوگ بریلوی نہیں، کیوں کہ بریلوی مکتب فکر کے علماء نے جو بریلوی سنّی ہونے کا معیار رکھا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ عقائد ونظریات میں فاضل بریلوی کا ہمنوا ہو، اگر کوئی شخص فاضل بریلوی کے عقائد ونظریات سے اتفاق نہیں کرتا تو ایسا شخص بریلوی مکتب فکر کے علماء کے نزدیک مسلمان نہیں، جیسا کہ ان کی معتبر کتابیں ''الصوارم الہندیہ، فتاویٰ صدرالافاضل وغیرہ میں درج ہے، یوں کہہ لیں کہ ایک بریلوی وہ ہے جو ''حسام الحرمین'' کے فتوے کو مانتا ہو، موجودہ حرمین کے علماء کو مسلمان نہ جانتا ہو، اس معیار کو مدّنظر رکھیں تو بہت سے لوگ معمولات میں تو شاید بریلوی مکتب فکر کے ہمنوا ہوں، لیکن نظریات میں یکسر اختلاف کرتے ہیں، مشایخ وعوام میں سے وہ جو

دیوبندی مکتب فکر کے علماء کی تکفیر نہیں کرتے احمد رضا خان بریلوی کے ہمنوا نہیں ہیں، جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے اماموں کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں ہرگز بریلوی نہیں۔

مثال کے طور پر مولوی حشمت علی پیلی بھیتی صاحب الصوارم الہندیہ کا سیّد محمد کچھوچھوی پر فتویٰ تکفیر محض اس بنا پر کہ انہوں نے جمعہ کی نماز ایک دیوبندی امام کی اقتداء میں پڑھی تھی یہ فتویٰ بعد میں انہوں نے ''ستّر باادب سوالات'' نام کے رسالہ میں چھاپ کر تقسیم کیا، دوسری مثال جسٹس پیر کرم شاہ الازہری ہیں جنہوں نے ایک مکتوب میں دیوبندی مکتب فکر کے مولانا قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کی تعریف کی تھی، جواباً بریلوی مکتب فکر کے بہت سے علماء کی جانب سے آپ کی تکفیر اور ردّ میں کتابیں لکھی گئیں، جیسا کہ ''علمی محاسبہ اور جسٹس کرم شاہ کا تنقیدی جائزہ'' وغیرہ کتابیں قابل ذکر ہیں۔ تیسری مثال مفتی خلیل احمد خان صاحب برکاتی کی ہے، آپ نے علمائے دیوبند کے بارے میں اپنے تکفیری موقف سے رجوع کیا اور ایک کتاب بنام ''انکشافِ حق'' لکھی، جس میں مولانا احمد رضا خان بریلوی کے تکفیری فتوے پر عالمانہ و فاضلانہ بحث کی، کتاب ہی کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محض احمد رضا خان کے تکفیری موقف سے رجوع کی بابت جماعت بریلویہ کی طرف سے ان پر کیسے کفر کے فتوے صادر کیے گئے۔

اس سارے پس منظر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بریلوی صرف وہی لوگ ہیں، جو مولانا احمد رضا خان سے اپنی نسبت جوڑتے ہیں اور فتویٰ تکفیر میں مولانا احمد رضا کے ہمنوا ہیں، اب جتنے بھی علماء کے نام صاحب مضمون نے اپنے مضمون میں لکھے ہیں جیسا کہ مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی، پیر کرم شاہ الازہری، مولانا سلطان محمود پیپلا نوالی، مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد ذاکر بانی جامعہ محمدیہ جھنگ، علامہ حکیم محمود احمد برکاتی، خواجہ محمد عمر بیربلوی، پیر سیّد نصیر الدین گولڑوی وغیرہ اور مشائخ میں سے پیر مہر علی شاہ گولڑوی وغیرہم کو اس معیار پر پرکھ لیں، اگر وہ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے علماء دیوبند کے متعلق تکفیری فتویٰ سے متفق ہیں تو بریلوی ہیں وگرنہ انہیں بریلوی فکر کا تو کجا حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ کے فتوے کی رو سے مسلمان بھی نہیں کہا جاسکتا!!!!.....جس کا ادراک ہر صاحب ذی روح کے علاوہ صاحب مضمون کو بھی ہے اور اس ضمن میں وہ مولانا شاہ وجیہ الدین کا ایک اقتباس بھی اپنے مضمون میں نقل کرتے ہیں جس کے آخری سطر میں یہی لکھا ہے۔

دیوبندی بریلوی نزاع کیسے ختم ہو؟:

حسام الحرمین کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب ''المهنّدعلی المفنّد'' جسے مولانا عبدالستار خان نیازی مفید کتاب لکھتے ہیں (دیکھیے اتحاد بین المسلمین ص ۱۰۶) اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ:

''المہنّد کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں اور موافقت کی راہ کھل جاتی ہے''، (ایضا)

مولانا عبدالستار خان نیازی کی طرح دیگر بریلوی علماء بھی اس قسم کی جرأت کا مظاہرہ کریں تو دو دھڑوں کو قریب آنے میں مدد ملے گی! ہم نے اختصار کے ساتھ دیوبندی بریلوی نزاع کے موضوع پر لکھے جانے والے مضمون کی بعض خامیوں پر حقیقت پسندانہ تبصرہ کیا ہے اور بعض ایسے عوامل جن کا صاحب مضمون نے دانستہ یا نادانستہ طور پر تذکرہ نہیں کیا یا کیا بھی تو حقائق سے چشم پوشی کر کے کیا، ہم نے اس مضمون میں مناسب الفاظ میں تذکرہ کر دیا ہے، صاحب مضمون نگار جناب سراج الدّین امجد کی طرف سے اس پر مزید کچھ لکھا گیا تو ان شاء اللہ اس پر ہم مزید کچھ عرض کر دیں گے!!

اللہ ربّ العزّت سے دعا ہے کہ دونوں مکاتب فکر کے علماء کے درمیان محبّت و اخوت کی وہ فضا پھر سے قائم کر دے، جو مولانا احمد رضا خان بریلوی سے پہلے تھی، آمین!

☆☆☆☆

نئی آنے والی کتب کا تعارف

کشف الخداع عن مکر ما وقع فی ردّ الدفاع

یہ کتاب دراصل حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی کی مایہ ناز، لاجواب مقبولِ عام کتاب ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول“ کے ۱۱۳ صفحات کے جواب میں رضاخانیوں کی طرف سے شائع شدہ کتاب ”کشف القناع“ کا منہ توڑ، مدلّل جواب ہے۔

رضاخانیوں نے اس کتاب میں دجل وفریب، دھوکا دہی اور خروج عن المبحث کے اپنے تمام سابقہ ریکارڈ توڑ دیے ہیں، حضرت علّامہ صاحب کی کتاب کے دلائل کی مضبوطی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ صرف ۱۱۳ سے بھی کم صفحات کا جواب لکھنے کیلئے کئی رضاخانیوں کی مدد لینا پڑی، اس کے باوجود بھی حضرت علّامہ صاحب کی مضبوط گرفت سے حواس باختہ ہو کر کہیں تو اپنے مسلّمہ اکابر ہی کا انکار کر کے انہیں دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال دیا، کہیں اپنے ہی متعصّب مولویوں و رضاخانیوں کی کتب کو ہمارے خلاف پیش کر دیا، کہیں اپنے رسائل واخبار کے حوالے پیش کئے، حضرت علّامہ ساجد صاحب کی اصولی گرفت کا جواب دینے کے بجائے ان کی بات کا اپنا ایک مفہوم نکال کر پھر اس پر کئی صفحات سیاہ کر کے اس پر بغلیں بجائیں کہ دیکھو کیسے جواب دیا!!!!

کئی مقامات پر صرف دو لائینوں میں جواب دے کر جان چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کئی کئی صفحات ذاتی حملوں، لایعنی ناول نگاری اور لفّاظی میں سیاہ کئے۔

خود سے اصول گھڑے، پھر انہی اصولوں کا خود ہی کتاب میں جا بجا خون کیا، ساتھ میں کئی جھوٹ بولے، کئی مقامات پر اپنے ہی اصولوں سے کفر کے گھاٹ اترے، غرض کتاب کیا ہے ایک تماشہ ہے، جس کا اندازہ آپ کو ”کشف الخداع“ پڑھ کر ہوگا۔

ابھی کشف الخداع کا صرف اشتہار ہی نیٹ پر شائع کیا گیا تھا کہ رضاخانیوں کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی اور اپنی عوام کو طفلِ تسلی دینے کیلئے اپنی کتاب کی جلد دوم کا مقدّمہ نیٹ پر دے دیا، جس پر زمین وآسمان کے قلابے ملائے گئے، جس کا پول بھی ان شاءاللہ اس کتاب کے مقدمہ میں کھول دیا جائے گا، اشاعت کیلئے دعا فرمائیں!!!!

دست و گریباں کی حقّانیت

مؤلف: احتشام انجم شامی

حضرت علّامہ ابو ایوب قادری صاحب زیدہ مجدہم کی مایہ ناز کتاب ''دست و گریباں'' جس کی چار جلدیں اب تک الحمدللہ منظر عام پر آچکی ہیں، کسی تعارف کی محتاج نہیں! اس کتاب نے دیوبندی بریلوی اختلافات کا رخ ہی بدل دیا، کل تک وہ رضاخانی جو علمائے دیوبند پر غراتے اور کہتے کہ اکابر کی عبارات پر بات کرو، اب انہیں عبارات پر بات کرتے ہوئے موت آتی ہے، کیونکہ اب علمائے دیوبند کہتے ہیں کہ اکابر کی عبارات پر بھی بات ہوگی اور اپنی ہی کتب سے خان صاحب و اذناب کے کفر پر بھی بات ہوگی۔

اس کتاب میں حضرت قادری صاحب نے ناقابلِ تردید دلائل سے یہ ثابت کیا کہ معاذ اللہ صبح شام علمائے دیوبند کو گستاخ و کافر کہنے والوں کا اپنا حال ہے کہ یہ ایک دوسرے پر کتّوں کی طرح جھپٹتے ہیں، ان کے کفر و گستاخی کے فتوؤں سے تو ان کے اپنے اکابر کافر و بے ایمان ہیں، لہذا انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اپنے ان اکابر کو جہنم روانہ کیا جائے، ان سے اظہارِ برأت کیا جائے۔

ایک طویل عرصہ تک اس کتاب کے جواب سے رضاخانیت پر سکوتِ مرگ طاری تھا، پھر اپنی عوام کو طفلِ تسلی دینے کیلئے بجائے جواب الجواب کے ہندوستان کے ایک رضاخانی مفرور بھگوڑے اختر رضاخان نے ایک کتاب لکھی، جس کے جواب الجواب میں ''فضل خداوندی'' لکھی گئی، اس کے بعد اللہ اللہ کر کے احمد رضاخان کے فتوے سے رجسٹرڈ شدہ داڑھی منڈا (جس کے مرزائی ہونے پر خود رضاخانی امام المناظرین سعید اسد کے شاگرد غلام حسین نقشبندی نے حال ہی میں مناظرہ کیا اور اس جاہل کی ایسی درگت بنائی کہ اس نے آئندہ مناظروں سے توبہ کرلی) کو آگے کیا اور پہلی جلد کے جواب میں ایک نام نہاد جواب لکھنے کی کوشش کی، یہ کتاب اسی کتاب کا منہ توڑ اور مدلّل جواب ہے، کتاب الحمدللہ بالکل تیار ہے، کمپوزنگ بھی ہو چکی ہے، بس لاک ڈاؤن کے ختم ہوتے اور اسباب مہیا ہوتے ہی شائع کر دی جائے گی، احباب سے خصوصی دعاؤں کی درخواست!!

فتوحاتِ چاند پوری بجواب فتوحاتِ رضویہ

مؤلف: حضرت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہم

انڈیا کے ایک رضاخانی مولوی نے ”فتوحاتِ رضویہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جو پاکستان میں اکبر بک سیلز لاہور کی طرف سے بھی شائع ہوئی، جس میں اپنی عادت کے مطابق دجل و فریب کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ خان صاحب بریلوی ساری زندگی اکابر دیوبند کو مناظرے کیلئے للکارتے رہے، مگر اکابر دیوبند میدان مناظرہ میں نہ آئے، نعوذ باللہ۔

حضرت مفتی صاحب نے تاریخ کی روشنی میں اس الزام کی خوب خبر لی ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ اکابر دیوبند تو بہت دور کی بات خان صاحب کی شلوار تو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب رحمہ اللہ کا نام سن کر ہی گیلی ہو جاتی تھی۔

دعا فرمائیں کہ جلد سے جلد منصّۂ شہود پر آجائے!!!!

نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات، خدمات و کارنامے

مؤلف: حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، جوانی میں اللہ پاک نے آپ سے دین خصوصاً ردّ بدعت کا جو کام لیا وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، اس وقت پاک و ہند کیا دنیا کے مختلف ممالک میں لوگ جہاں اس فتنے کی سرکوبی کر رہے ہیں یا اس فتنے کے پھیلائے ہوئے دجل و فریب سے پریشان ہیں آپ سے رابطہ میں رہتے ہیں، بقول حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب زید مجدہم جو کام پوری جماعت کے کرنے کے ہیں وہ آپ تن تنہا کر رہے ہیں، اگر ایک طرف رضا خانیت شکن کتب کی تالیف میں مصروف ہیں تو دوسری طرف اس محاذ پر کام کرنے والے ساتھیوں کے ساتھ جس طرح ممکن ہو نہ صرف تعاون کرنے کی کوشش کرتے ہیں، بلکہ مکمل سرپرستی بھی فرماتے ہیں، آپ کے کئی شاگرد آپ کی سرپرستی میں اس فتنے کے تعاقب میں ہمہ تن مصروف ہیں، ماشاء اللہ!

یہ کتاب آپ کی نئی تالیف ہے، ہمیں جو اس بارے میں اب تک معلومات ملی ہیں، اس کے مطابق دفاع اہل السنۃ جلد دوم کے سائز کی ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے، جس میں خان صاحب کے ذاتی کردار اور اس کے بارے میں پھیلائے جانے والے محیر العقول اکاذیب کا نہ صرف جائزہ لیا گیا ہے، بلکہ خان صاحب کے شاگردوں خلفاء کے تعارف پر بھی سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

اسکے علاوہ خان صاحب کی تصنیفی، فقہی، سیاسی، تبلیغی، مناظرانہ، معاشی، سائنسی نام نہاد خدمات کا بھی خوب بھانڈا پھوڑا گیا ہے، اپنے موضوع پر ایک لاجواب شاہکار ہے، خان صاحب بریلوی پر اب تک اتنا تفصیلی کام نہیں ہوا، ہمیں بے صبری سے اس کتاب کی اشاعت کا انتظار ہے، دعا فرمائیں کہ جلد سے جلد یہ کتاب منظر عام پر آئے!!!!

دفاع اہل السنۃ والجماعۃ (جلد سوّم)

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ کی یہ کتاب کسی تعارف کی محتاج نہیں، کتاب کی افادیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ اس وقت عباراتِ اکابر پر اس کو حرفِ آخر سمجھا جا رہا ہے، بڑے بڑے مشایخ و اکابر علماء نے اس کتاب کی اشاعت پر مسرت کا اظہار کیا ہے، یہ اس عظیم سلسلہ کی تیسری کڑی ہے، اللہ پاک اسے بھی جلد سے جلد منظر عام پر لائے۔

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات

مؤلف: حضرت علّامہ ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

نام سے واضح ہے کہ اس کتاب میں مولانا نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد ونظریات کو جمع کیا ہے، کتاب کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل نہ ہوسکیں۔

دروس مناظرہ (جلد اوّل)

اس کتاب میں حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ کے "دروسِ مناظرہ" کو ان کے ایک شاگرد نے جمع کیا ہے، ہماری معلومات کے مطابق اس وقت جلد اوّل پر کام ہو رہا ہے، جس میں اصولِ مناظرہ، عباراتِ اکابر پر گفتگو کے اصول، علمِ غیب اور حاضر و ناظر کے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے!!!!

☆☆☆☆